وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

ماہنامہ

عالمی ترجمان القرآن

بیاد : سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

جولائی ۲۰۱۲ء

مدیر : پروفیسر خورشید احمد

الابلاغ ٹرسٹ

ماہنامہ عالمی
ترجمان القرآن

جلد۲، عدد۷، شعبان ۱۴۳۳ھ، جولائی ۲۰۱۲ء

مدیر : پروفیسر خورشید احمد نائب مدیر : مسلم سجاد

○ اشارات

وزیراعظم کی تبدیلی

بحران کا اختتام یا نئے بحرانوں کا اہتمام پروفیسر خورشید احمد ۳

○ حکمت مودودیؒ

بندگی کا تقاضا ۲۵

○ رمضان مبارک

رمضان کی حکمتیں اور آداب ڈاکٹر ذکی الرحمٰن غازی ۳۱

رمضان کی برکات سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ ۴۹

انفاق کے ثمرات کا مشاہدہ سمیہ رمضان ۵۳

○ پاکستانیات

ہمارا میڈیا: غلامانہ ذہنیت اور بے حیائی انصار عباسی ۶۳

○ اخبار اُمت

مصر: اخوان ایوانِ صدارت میں عبدالغفار عزیز ۸۳

○ رسائل و مسائل ۹۵

○ کتاب نما ۱۰۳

○ مدیر کے نام ۱۱۳

ادارتی امور: منصورہ، ملتان روڈ، لاہور - ۵۴۷۹۰ فون: ۳۵۴۲۵۳۵۶-۰۴۲ فیکس: ۳۵۴۳۲۱۹۴ ای میل: tarjuman@wol.net.pk

انتظامی امور: ۲- صابر سٹریٹ، ڈیلدار پارک، اچھرہ، لاہور- ۵۴۶۰۰ فون: ۳۷۵۰۲۰۴۸-۳۷۵۰۹۱۶-۳۷۵۸۷-۰۴۲ فیکس: ۳۷۵۳۵۶۲۰

موبائل: ۴۱۱۲۷۰۰-۰۳۰۷ ای میل tarjuman@tarjumanulquran.org ویب: www.tarjumanulquran.org

قیمت فی شمارہ: ۳۵ روپے ● زرسالانہ: ۳۵۰ روپے ● ۵ سال کے لیے: ۱۵۰۰ روپے ● معاون خصوصی: ۶۰۰۰ روپے

بنگلہ دیش، بھارت ۱۴۰۰ روپے ● ایران، مشرق وسطیٰ، مشرق بعید، یورپ، افریقہ ۱۸۰۰ روپے ● امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا ۲۱۰۰ روپے

اکاؤنٹ: بنام عالمی ترجمان القرآن، BOP, Ichhra, Br. Code 093, Lahore A/c 800-792-000-0

زیر اہتمام: الابلاغ ٹرسٹ

فقہی اختلافات کا حل

اسلامی ریاست کا نام آتے ہی بعض لوگ فقہی اختلافات کو پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اتنے اختلافات کے ہوتے ہوئے اسلام کا نظامِ حیات کامیابی سے چل ہی نہیں سکتا۔ اس فتنہ انگیزی اعتراض کے جواب میں یہ کتاب بتاتی ہے کہ اسلام نے ایسے اصولِ اتحاد معین کر دیے ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے اختلاف صرف حدِ جائز میں رہتا ہے اور اُمت کے لیے سراسر موجب رحمت ہوتا ہے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور تک مسلمانوں کا منظّم معاشرہ انھی اصولوں پر برقرار رہا اور اختلافات کبھی موجبِ فتنہ نہ ہوئے۔ بعد کے دور میں فقہی مدارسِ فکر اور فقہی اختلافِ آرا نے جس طرح ارتقا کیا ہے اس کا ایک اجمالی جائزہ لینے کے بعد مؤلف نے واضح کیا ہے کہ اجتہادی آرا کے اختلاف نے تفرقہ کی صورت کن وجوہ سے اختیار کی۔ آخری بحث بڑی ہی اہم بحث ہے جس کا منشا یہ واضح کرنا ہے کہ اگر آج ایک اسلامی ریاست برپا ہو تو وہ اجتہادی آرا کے اختلاف سے کس طرح عہدہ برآ ہوگی، اس میں عام مسلمانوں اور ان کے علما کے لیے فقہی اور سیاسی اختلاف کی حدیں کہاں تک وسیع ہوں گی، مسلمانوں کی مختلف فرقوں کی حیثیت اس میں کیا ہوگی اور شہریت کے حقوق دینے کے لیے وہ کسی شہری سے کم از کم کن بنیادی اُمور پر قائم رہنے کا مطالبہ از روے دستور کر سکے گی۔ یہ بحث اسلامی دستور کے ایک اہم مسئلے کو محیط ہے۔ کتاب کا اندازِ بحث تحقیقی اور سائنٹفک ہے۔ (اسلامی ریاست میں فقہی مسائل اور ان کا حل، از جناب مولانا امین احسن اصلاحی۔ شائع کردہ: مکتبہ یثرب، ۱۰-اے، دی مال، لاہور۔ قیمت: بلاجلد ایک روپیہ)۔

(’مطبوعات‘، ادارہ، ترجمان القرآن، جلد ۳۸، عدد ۳-۴، شوال ۱۳۷۱ھ، جولائی ۱۹۵۲ء، ص ۱۴۵-۱۴۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

وزیر اعظم کی تبدیلی

بحران کا اختتام یا نئے بحرانوں کا اہتمام

پروفیسر خورشید احمد

قیادت کے لیے جن اوصاف کی ضرورت اولین اور ناگزیر حیثیت رکھتی ہے ان میں خلوص، دیانت اور صداقت کے ساتھ فراست اور معاملہ فہمی، صلاحیت کار اور قوم اور پارلیمنٹ کا اعتماد سب سے زیادہ اہم ہیں۔ قوتِ فیصلہ اور فیصلوں پر استقامت و جرأت سے کاربند ہونے کا وصف بھی قیادت کے لیے بدرجہ اتم مطلوب ہے۔ اقبال نے اپنے مخصوص انداز میں اس ضرورت کا اظہار کچھ اس طرح کیا تھا کہ ؎

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

قرآن پاک نے ان تمام پہلوؤں کو ایک جامع اصول کی شکل میں اس طرح بیان فرما دیا ہے: اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا ۙ وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ ؕ (النساء ۴:۵۸) ''مسلمانو! اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو''۔

پاکستان نہ ایک ناکام ریاست تھا اور نہ ان شاء اللہ کبھی ہوگا، لیکن ملک کی اجتماعی زندگی میں سارے بگاڑ، فساد اور افراتفری کی بنیادی وجہ قیادت کی ناکامی اور صحیح قیادت کا فقدان ہے۔ اِس قوم کو جب بھی اچھی قیادت میسر آئی ہے اس نے تاریخ کو نئی بلندیوں سے روشناس کیا ہے اور

زوال اور انتشار کے ہر دور اور ہر پہلو میں قیادت ہی کے فساد کا پرتو دیکھا جاسکتا ہے۔ تحریکِ پاکستان کو قائداعظم محمد علی جناح جیسی قیادت میسر آئی تو سات سال کے مختصر عرصے میں ایک منتشر قوم ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی صورت میں سینہ سپر ہوگئی اور انگریزی سامراج اور ہندو کانگریس کی منظم قوت کا مقابلہ کر کے آزادی کی جدوجہد کو اللہ کے فضل اور اپنی حکیمانہ مساعی کے ذریعے کامیاب و کامران کیا۔ قائداعظم اور لیاقت علی خاں کی قیادت میں نوزائیدہ ملک کو تمام مصائب، مشکلات اور دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کے باوجود مضبوط و مستحکم کیا۔ تباہ شدہ معیشت کو بحال کیا، ڈیڑھ کروڑ مہاجرین کو خوش اسلوبی کے ساتھ نئی ریاست میں بسایا اور ۱۰ سال کی مختصر مدت میں علاقے کی ایک اُبھرتی ہوئی قوت کی حیثیت حاصل کرلی۔ ملایشیا، سنگاپور اور جنوبی کوریا جو آج معاشی ترقی کے باب میں نمونے کی ریاستیں قرار دی جاتی ہیں، ان کے پالیسی ساز اعتراف کرتے ہیں کہ انھوں نے اُس دور کے پاکستان کے معاشی منصوبوں سے خوشہ چینی کی تھی، لیکن افسوس کہ جس قوم نے یہ چراغ جلائے تھے اور جس کے چراغوں سے دوسروں نے اپنے چراغ روشن کیے تھے، وہ مفاد پرست سیاست دانوں اور طالع آزما فوجی جرنیلوں کی ایسی گرفت میں آ گئی کہ ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

پاکستان کے گذشتہ ۵۰ سال کے حالات کا جو بھی دیانت اور غیر جانب داری کے ساتھ جائزہ لے گا، یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ جس ملک کو اللہ تعالیٰ نے وسائل سے مالا مال کیا تھا، (قدرت کے وسائل سے وہ اب بھی مالا مال ہے) اور جس کی پوری اسلامی دنیا میں ایک ساکھ تھی، اسے ایک ایسی قیادت نے تباہ و برباد کردیا جو اخلاص اور دیانت سے محروم، صلاحیت کار سے عاری اور مفادات کی پرستش میں مگن رہی ہے۔ ہمارے بیش تر مسائل اور مصائب کا سبب صحیح قیادت کا فقدان اور اقتدار پر ایسے افراد کا قبضہ رہا ہے، خواہ وہ وردی پوش ہوں یا جمہوری لبادے میں ملبوس، جن کی توجہ کا مرکز قومی مفادات اور مقاصد کے مقابلے میں اپنے ذاتی، گروہی یا زیادہ سے زیادہ جماعتی اور حزبی مفادات رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس پورے عرصے میں الا ماشاء اللہ 'گاؤ آمد و خر رفت' کا سا سماں رہا ہے جس کے نتیجے میں ملک ایک عذاب کے بعد دوسرے عذاب میں مبتلا ہوتا چلا آرہا ہے۔ یہ سلسلہ ختم ہونے کو نہیں آ رہا۔ جب تک کرسیوں کا یہ کھیل جاری رہے گا سیاسی گرداب سے نکلنا

ممکن نظر نہیں آتا۔ ان حالات میں ایک نہیں ۱۰ وزرائے اعظم تبدیل کرلیں، حالات میں کسی جوہری تبدیلی کا امکان نظر نہیں آتا۔ واحد راستہ عوام کو بیدار اور متحرک کرنا اور نئے انتخابات کے ذریعے ایک ایسی قیادت کو زمامِ اقتدار سپرد کرنا ہے جو مخلص، دیانت دار اور باصلاحیت ہو، جو پاکستان کی آزادی، حاکمیت اور خودمختاری کی حفاظت کرسکے اور جو اس کی اسلامی شناخت کی ترویج و ترقی کے ساتھ عوام کے دکھ درد کا مداوا کرنے اور قومی وسائل کو ملک و قوم کی تعمیر و ترقی پر صرف کرنے کی صلاحیت اور عزم و ارادہ رکھتی ہو، جو عوام میں سے ہو اور ان کے سامنے جواب دہ ہو اور جو دستور اور قانون کی پاس داری کرنے والی اور حقیقی جمہوری اقدار اور روایات کی امین ہو۔ اس بنیادی انقلابی تبدیلی کے بغیر قوم صرف کرسی کرسی (musical chairs) کے کھیل کی تماشائی تو ہوسکتی ہے، اپنی قسمت کی مالک اور اپنے مستقبل کی تعمیر کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتی۔

حکومت عدلیہ محاذ آرائی کا پس منظر

ہم پوری دردمندی کے ساتھ اس بنیادی حقیقت کی یاد دہانی کرانا چاہتے ہیں کہ جو ڈراما پچھلے چند ہفتوں میں جناب گیلانی کے سپریم کورٹ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنے اور عدالت عظمٰی کی تضحیک و تحقیر کا رویہ اختیار کرنے پر سزا کے حکم سے شروع ہوا تھا اور جسے اربابِ سیاست نے عدلیہ اور پارلیمنٹ میں تصادم اور عدلیہ پر پارلیمنٹ کی بالادستی کی جنگ کا رنگ دے کر ایک خطرناک اداراتی بحران میں تبدیل کردیا تھا، اس طرح کے ڈرامے اب مزید نہیں چل سکتے۔ افسوس ہے کہ قومی اسمبلی کی محترمہ اسپیکر صاحبہ نے بھی اپنے اب تک کے معتدل اور متوازن رویے کو بالاے طاق رکھ کر جناب زرداری اور جناب گیلانی کے اس کھیل میں شرکت اختیار کرکے پوری سیاسی بساط کو معرضِ خطر میں ڈال دیا۔ اس نازک موقعے پر حکمران جماعت اور میڈیا کے کچھ عناصر کی ملی بھگت سے عدالت عظمٰی کو، خاص طور پر چیف جسٹس افتخار چودھری صاحب پر ایک خطرناک حملہ کیا گیا جس سے مقصود یہ تھا کہ عدالت عظمٰی پر پوری قوم کے وقار، احترام اور اعتماد کو پارہ پارہ کیا جاسکے اور اس طرح سیاسی قیادت اور اس کے سرکاری اور غیرسرکاری اعوان و انصار کی بدعنوانیوں اور دستور اور قانون کی کھلی کھلی خلاف ورزیوں پر احتساب اور گرفت کی جو تھوڑی بہت کوششیں ہورہی ہیں، وہ بھی ختم کی جاسکیں۔

ایک طرف ملک شدید معاشی بحران میں گرفتار ہے، بجلی اور گیس کی قلت نے ایسی تباہی مچادی ہے کہ لوگ گھروں سے نکل آئے ہیں اور گرمی کی اس شدت میں بے قابو ہوکر تشدد پر اُتر آئے ہیں۔ بے روزگاری، مہنگائی اور کساد بازاری نے عام آدمی سے دو وقت کی روٹی بھی چھین لی ہے۔ ملک قرضوں کے پہاڑ جیسے بوجھ تلے دب کر رہ گیا ہے۔ امن وامان کی صورت حال خراب سے خراب تر ہورہی ہے۔ امریکا کی ننگی جارحیت نے ملک کی آزادی، خودمختاری، قومی وقار اور سرحدوں کی حفاظت ہر چیز کو پامال کردیا ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں کرپشن کا دور دورہ ہے اور ذی اثر اور برسرِ اقتدار طبقے کے ۱۰ فی صد سے بھی کم لوگ، ہرطرح کی مراعات سے فیض یاب ہورہے ہیں اور ۹۰ فی صد سے زیادہ عوام محرومی اور زبوں حالی کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ اچھی حکمرانی کا فقدان ہے۔ ارباب حکومت صرف اپنی ہوس کی پوجا میں مصروف ہیں اور میڈیا میں سارا کچاچٹھا کھل کر آنے کے باوجود پوری بے غیرتی کے ساتھ لُوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں۔

بات صرف پیپلز پارٹی ہی کی نہیں جو اپنے منشور، عوامی وعدوں اور اپنے تمام بلند بانگ دعوؤں کو بھول کر صرف اپنی قیادت کی دولت اور اقتدار کی ہوس کو پورا کرنے میں مصروف ہے، بلکہ اس کے اتحادی بھی (جن کے بغیر اس کی حکومت قائم نہیں رہ سکتی) اس بگاڑ میں برابر کے شریک ہیں۔ ہمیں اس عام تاثر کا اظہار کرنے میں کوئی باک نہیں کہ پارلیمنٹ اور حزبِ اختلاف بھی اپنا مثبت کردار ادا کرنے میں بُری طرح ناکام رہے ہیں۔ انگلیوں پر گنی جانے والی چند مثالوں کو چھوڑ کر، معلوم ہوتا ہے کہ اس تکلیف دہ کھیل میں سب ہی کسی نہ کسی درجے میں شریک ہیں۔ عوام کے اس احساس کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے کہ گو فوج نے بظاہر سیاسی مداخلت سے احتراز کیا ہے جو دستور کا تقاضا ہے، لیکن عملاً فوج بھی پاکستان کی حاکمیت اور سرحدوں کے دفاع کی ذمہ داری کو پوری طرح ادا نہیں کر پارہی ہے۔ امریکا کے ڈرون حملے اور دوسرے عسکری اقدامات بلاروک ٹوک جاری ہیں اور معصوم انسانوں کو بے دریغ ہلاک کر رہے ہیں اور ایٹمی اسلحے سے مسلح فوج 'ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم' کا منظر پیش کر رہی ہے۔ ظلم بالائے ظلم یہ کہ فوج خود اپنے لوگوں ہی سے برسرِ جنگ ہے اور خفیہ ایجنسیاں بھی وہ کردار ادا کر رہی ہیں جو حالات کو بگاڑنے کا ذریعہ بن رہا ہے۔ اعلیٰ عدلیہ بگاڑ کی ان تمام قوتوں پر ایک بریک کا کردار ادا کرنے کی کوشش کر رہی ہے جس میں کچھ کامیابی بھی ہوئی ہے۔ اس کے باوجود

بڑی بڑی مچھلیاں ہر کانٹے کو توڑ کر اپنا رقص جاری رکھے ہوئے ہیں۔ میڈیا نے بھی ایک حد تک خرابیوں کو واشگاف کر کے اور ظلم و زیادتی کو منظرعام پر لانے کی کوشش کی ہے مگر وہاں بھی کھلے اور در پردہ نہ معلوم کیسے کیسے کھیل کھیلے جا رہے ہیں اور کون کون تار ہلا رہا ہے۔ اب یہ راز نہیں رہا۔

یہ ہے وہ پس منظر جس میں سپریم کورٹ کے تین رکنی بنچ کے ۱۹ جون ۲۰۱۲ء کے فیصلے کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اصل مسئلہ محض ایک فرد جناب سید یوسف رضا گیلانی کے توہینِ عدالت کے جرم اور اس کے دُور رس اثرات اور نتائج کا نہیں، گو وہ بھی ایک اہم اور متعلقہ معاملہ ہے ____ اصل مسئلہ اس سے زیادہ بنیادی ہے اور اسے سمجھے بغیر حالات کی اصلاح اور موجودہ بحران سے نکلنے کی کوئی حکمت عملی مؤثر نہیں ہوسکتی۔

قومی مفاہمت کی سیاست کی آڑ میں

قومی مفاہمت کے نام پر جس این آر او پر ستمبر ۲۰۰۷ء میں پرویز مشرف کے وردی میں دوسری بار منتخب ہونے سے ایک دن پہلے دستخط ہوئے تھے، وہ فوجی آمر پرویز مشرف اور امریکی سامراج کے ایما پر محترمہ بے نظیر بھٹو کو اس دروبست میں شریک کرنے کی وہ معرکے کی تدبیر (master stroke) تھی جو امریکا، برطانیہ اور پرویز مشرف نے پاکستان کو امریکا کے عالمی منصوبے میں ایک مستقل کردار ادا کرنے کے لیے تیار کی تھی۔ پرویز مشرف کے سامنے اپنے اقتدار کو دوام دینا، اور تبدیلی کے اس منظرنامے کو ناکام کرنا تھا جو میثاقِ جمہوریت کی شکل میں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) نے مرتب کیا تھا اور اس سے متوازی کُل جماعتی جمہوری تحریک (APDM) نے جولائی ۲۰۰۷ء میں پاکستان میں اسلامی، جمہوری اور فلاحی انقلاب برپا کرنے کے لیے قوم کے سامنے پیش کیا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ پیپلز پارٹی کی قیادت بیک وقت دو چالیں چل رہی تھی۔ ایک طرف وہ میثاقِ جمہوریت اور جولائی ڈیکلریشن میں شریک تھی، لیکن دوسری طرف اس عہد و پیمان کے ساتھ ساتھ کہ کوئی سیاسی جماعت فوجی حکمرانوں کے ساتھ شریکِ اقتدار نہیں ہوگی اور نہ ان سے کوئی معاملہ بندی کرے گی، وہ برطانیہ اور امریکا کے بنائے ہوئے منصوبے کے مطابق (جس کا کونڈو لیزا رائس نے اپنی حال ہی میں شائع ہونے والی یادداشتوں پرمبنی کتاب میں کھل کر ذکر کیا ہے)، جنرل پرویز مشرف سے بھی سلسلہ جنبانی جاری رکھے ہوئے تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اقتدار میں آنے کے لیے

اس وقت کی فوجی حکومت اور امریکا دونوں کی سیڑھی کا سہارا ضروری ہے۔ مشرف کے ۳ نومبر ۲۰۰۷ء کے اقدام نے پیپلز پارٹی کو ایک مخمصے میں ڈال دیا اور اس نے بحیثیت پارٹی کھل کر چیف جسٹس اور برطرف عدلیہ کی بحالی کا مطالبہ کر دیا اور پرویز مشرف کو وردی میں اپنی بلاواسطہ تائید سے صدر منتخب کرانے کے باوجود اس سے راستہ الگ کرنے کی کوشش کی جو بالآخر ۲۷ دسمبر ۲۰۰۷ء کے خونیں حادثے پر منتج ہوئی۔ آصف علی زرداری نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر ایک مشتبہ وصیّت کا سہارا لے کر پیپلز پارٹی پر قبضہ کرلیا اور پورے سیاسی عمل کو اپنے مقاصد، عزائم اور مفادات کے لیے بڑی چابک دستی سے استعمال کیا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ایک طرف فوج سے رشتہ جوڑا، امریکا کو اس سے کہیں زیادہ دیا جس کی وہ توقع رکھتے تھے اور دوسری طرف برطرف عدلیہ کی بحالی سے منحرف ہوگئے اور عملاً ڈوگر عدالت سے مک مکا کرلیا۔ گیلانی صاحب نے وزارتِ عظمٰی کے حلف سے بھی پہلے ججوں کی رہائی کا اعلان کر دیا مگر عدلیہ کی بحالی کی طرف ایک قدم بھی نہ اُٹھایا بلکہ سارا وزن ڈوگر عدالت کو دوام بخشنے کے لیے استعمال کیا، حتیٰ کہ نئے ججوں کا تقرر بھی اسی نظام کے تحت کیا۔

ان حالات میں آزاد عدلیہ کی بحالی کی تحریک کا دوسرا دور شروع ہوا اور ۱۶/مارچ ۲۰۰۹ء کو عدالت عالیہ کی بحالی کا جو کارنامہ انجام دیا گیا، اس کا کوئی کریڈٹ زرداری گیلانی حکومت کو نہیں جاتا۔ اس کا سہرا وکلا اور سول سوسائٹی کی تحریک، حکومت سے باہر سیاسی اور دینی جماعتوں کی سرتوڑ کوشش اور میڈیا کی مؤثر کوششوں کا رہینِ منت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عدلیہ کی بحالی کے باوجود آزاد عدلیہ کے کردار کو اس حکومت نے ایک دن کے لیے بھی دل سے تسلیم نہیں کیا، اور صرف نجی محفلوں میں عدلیہ اور اس کے ذمہ داروں کے خلاف زہرافشانیاں ہی نہیں عملاً اس کے ہر اس فیصلے کو تسلیم نہ کرنے یا غیرمؤثر بنا دینے کی سرگرم کوشش کی ہے جس کو وہ اپنے مفاد کے خلاف سمجھتی ہے۔

عدلیہ کے خلاف اس محاذ کے اصل سرخیل جناب آصف علی زرداری اور ان کی پیپلز پارٹی کی قیادت کا بڑا حصّہ ہے لیکن اس محاذ کو تقویت دینے والوں میں ان کے وہ تمام اتحادی بھی شامل ہیں جو حکومتی ٹولے کا حصّہ ہیں اور جن میں اب ایک عرصے سے مسلم لیگ (ق) بھی، جو پرویز مشرف کی اصل ساتھی اور اس کے ہر جرم میں برابر کی شریک تھی، بھی کھل کر شامل ہوگئی ہے۔ گویا ع

پہنچی وہیں پہ خاک، جہاں کا خمیر تھا!

جمہوری روایات اور حکومتی روش

جمہوریت محض انتخابات اور نمایشی اداروں کا نام نہیں۔ انتخاب اور پارلیمنٹ تو ہٹلر، اسٹالن، مسولینی، جمال ناصر، حسنی مبارک، بورقیبہ، بن علی، حافظ الاسد اور بشارالاسد کے آمرانہ نظام میں بھی ہوتے رہے۔ جمہوریت نام ہے دستور اور قانون کی حکمرانی کا۔ جمہوریت نام ہے انسانی حقوق کے مکمل تحفظ اور آزادیِ اظہار و اجتماع کا۔ جمہوریت نام ہے آزاد اور غیر جانب دار عدلیہ کا، ایک ایسی عدلیہ جو انتظامیہ اور اس کے ہر شعبے کو، خواہ سول ہو یا عسکری، دستور اور قانون کے دائرے میں رکھ سکے اور ہر کوئی جو دستور اور قانون کی حدود کو پامال کرے، اس پر بھرپور گرفت کرسکے اور قانون شکن کو قرار واقعی سزا دے سکے۔ جمہوریت نام ہے آزاد میڈیا کا اور حکومت کے بنانے اور بدلنے میں عوام کے آزادانہ کردار کا۔ جمہوریت نام ہے ہر سطح پر قانون کے مطابق اربابِ اختیار کے احتساب اور جواب دہی کا۔ جمہوریت نام ہے ملک کے وسائل ملک کے عوام کے مفاد میں استعمال کیے جانے کا، اور عوام کے تصورات اور ضروریات کے مطابق معاشی، معاشرتی اور تعلیمی پالیسیوں کی تشکیل اور ان پر عمل درآمد کا۔ جمہوریت نام ہے ملک کے تمام شہریوں کے جان، مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کا، اور جمہوریت نام ہے ملک کی آزادی اور حاکمیت اور نظریاتی اور تہذیبی شناخت کے احترام اور ترویج کا۔

اگر اس کسوٹی پر پاکستان کی موجودہ حکومت کو جانچنے کی کوشش کی جائے تو بدقسمتی سے یہ حکومت ہماری تاریخ کی ناکام ترین حکومت نظر آتی ہے۔ ملک کی آزادی داؤ پر لگی ہوئی ہے اور امریکا جس طرح چاہتا ہے ہماری اس آزادی اور حاکمیت کو مجروح کرتا ہے اور پھر طعنہ بھی دیتا ہے کہ تمھاری حاکمیت ہے کہاں؟ ہیلری کلنٹن صاحبہ نے اپنے تازہ ترین عتاب نامے میں ارشاد فرمایا ہے کہ جس حاکمیت کی تم بات کرتے ہو، اس کا وجود کہاں ہے؟ ہر روز امریکی ڈرون حملے ہماری حاکمیت کا مذاق اُڑا رہے ہیں اور ملک کے طول و عرض میں دہشت گرد، بھتہ خور، ٹارگٹ کلرز دندناتے پھرتے ہیں اور زرداری اور عبدالرحمٰن ملک جیسے لوگ چین کی بنسری بجا رہے ہیں۔ بجلی اور گیس کی لوڈشیڈنگ میں ۲۰۰۸ء کے مقابلے میں تین سے چار گنا اضافہ ہوگیا ہے اور اگر ۰۷-۲۰۰۶ء میں تین یا چار گھنٹے بجلی کی لوڈشیڈنگ تھی تو آج وہ بڑھ کر ۱۸ سے ۲۰ گھنٹوں پر پہنچ گئی ہے۔ عوام بلبلا رہے ہیں، صنعتیں بند ہورہی ہیں، سرمایہ ملک سے باہر منتقل ہورہا ہے، بے روزگاری

بڑھ رہی ہے، قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں، کاروبارِ مملکت قرض پر چل رہا ہے اور صرف ان چار برسوں میں قرضوں میں اتنا اضافہ ہوا ہے (ساڑھے چھے ٹریلین روپے) جو اس سے قبل کے ۶۰ برسوں کے قرضوں سے زیادہ ہے۔ روپے کی قیمت ۴۵ فی صد کم ہوگئی ہے اور ملک میں نئی سرمایہ کاری برائے نام رہ گئی ہے۔ افراطِ زر کا طوفان ہے، ہر روز ۲،۳/ارب کے نوٹ چھاپے جارہے ہیں اور اگر بیرونِ ملک پاکستانیوں کی ترسیلات نہ ہوتیں (جو اس وقت ۱۲بلین ڈالر سالانہ سے زیادہ ہیں، یعنی کُل برآمدات کی آمدنی کا تقریباً ۵۵ فی صد) تو ملک کب کا دیوالیہ ہو چکا ہوتا۔

یہ انتظامیہ اور سیاسی قیادت کی ناکامی ہے کہ عوام مجبُور ہوکر ہر مسئلے کے حل کے لیے عدلیہ کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں اور عدلیہ بھی مجبُور ہوکر ایسے معاملات میں مداخلت کر رہی ہے جن میں عام حالات میں اسے دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ دستور بنانے والوں نے ایسے ہی غیر معمولی حالات کے احتمال کے پیشِ نظر، آج نہیں ۱۹۷۳ء ہی سے، دستور میں دفعہ ۱۸۴ رکھی تھی جس کے تحت عدلیہ قومی اہمیّت کے ایسے معاملات میں ازخود بھی مداخلت کرسکتی ہے جن کا تعلّق انسانی حقوق سے ہو۔ آج یہی چیز عوام کے دُکھ درد کے، جزوی ہی سہی، مداوے کا ذریعہ بن رہی ہے۔ عدلیہ پر کام کا بوجھ غیر معمولی طور پر بڑھ گیا ہے۔ کرپشن اور بدعنوانی کے اُمور ہوں، قانون اور ضابطوں کی پامالی کے معاملات ہوں، اقرباپروری اور ناجائز تقرریوں، تبدیلیوں اور تصرفات کے مسائل ہوں، قیمتوں میں اضافے اور سرکاری اداروں کے خسارے کا مسئلہ ہو، لاپتا افراد کی اندوہناک مظلومیت کی بات ہو یا سرکاری نیم سرکاری اور غیر سرکاری ایجنسیوں کی غیر قانونی حرکات اور چیرہ دستیوں اور ستم کاریوں کا ___ اعلیٰ عدالتیں ہی عوام کی اُمید کی آخری کرن بن گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انتظامیہ اور اس کی ایجنسیاں عدلیہ کو اپنے راستے کا کانٹا سمجھنے لگی ہیں اور ان کی حکم عدولی ہی نہیں، تحقیر اور تذلیل پر اُتر آئی ہیں، اور آخری حملہ چیف جسٹس اور اعلیٰ عدلیہ کو بدنام کرنے کے لیے ایک بدنام ارب پتی کی 'سرمایہ کاری' اور اس کے ڈرامائی افشا کی شکل میں کیا گیا جو الحمدللہ کارگر نہ ہوا اور خود سازش کرنے والوں کے گلے پڑ گیا۔

عدلیہ سے تصادم کا سبب

موجودہ حکومت نے سپریم کورٹ کے کم از کم ۴۰ فیصلوں پر عمل نہیں کیا اور این آر او کے

سلسلے میں تو عمل نہ کرنے کا برملا اعلان بھی کیا ہے۔ یہ اعلانِ جنگ ہی وہ اصل ایشو ہے جو اس وقت وجہِ نزاع بنا ہوا ہے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ بالکل کھل کر قوم کے سامنے یہ حقیقت رکھیں کہ اصل مسئلہ یوسف رضا گیلانی کا نہیں ___ اصل مسئلہ دستور اور قانون کی حکمرانی کا ہے، دستور اور قانون کے باغیوں کو قانون کی گرفت میں لانے کا ہے، مسئلہ اداروں کے ٹکراؤ کا نہیں، اداروں کو دستور اور قانون کے دائرے میں کام پر مجبُور کرنے کا ہے۔ امیر اور غریب اور طاقتور اور کمزور سب کے لیے ایک قانون اور انصاف کے باب میں مساوات کا ہے۔

این آر او کیا ہے؟ یہ وہ کالا قانون ہے جس کے ذریعے ان تمام مجرموں کو جنھوں نے قتل سے لے کر قومی دولت کی لُوٹ مار تک، جو بھی جرم ۱۹۸۶ء سے لے کر اکتوبر ۱۹۹۹ء تک کیا ہے، اس سے بریت سے نوازا گیا ہے۔ اس کے تحت ۸ ہزار سے زیادہ قومی مجرموں کو نیک چلنی سے سرفراز کیا گیا بلکہ فرار کا دروازہ کھولا گیا ہے، اور اس گنگا میں اشنان کرنے والوں میں عزت مآب آصف علی زرداری، جناب عبدالرحمٰن ملک، جناب الطاف حسین، جناب فاروق ستار، اور ان جیسے دسیوں سیاسی لیڈر، بیوروکریٹ، تاجر اور بااثر افراد شامل ہیں۔ سپریم کورٹ نے دسمبر ۲۰۰۹ء میں اس قانون کو اس کے نفاذ کے پہلے دن ہی سے کالعدم (null and void) اور غیر مؤثر قرار دیا ہے اور اس کے تحت سہولت لینے والے تمام افراد کو اس سہولت سے محروم کر کے صورتِ حال کو اس حیثیت پر بحال کر دیا ہے جس پر وہ ستمبر ۲۰۰۷ء سے پہلے تھا۔ زرداری صاحب کے سوئٹزرلینڈ کے بنکوں میں ۶ کروڑ ڈالر کا معاملہ بھی اسی سلسلے کا حصّہ ہے۔ سپریم کورٹ کا اصل 'جرم' یہ ہے کہ اس نے اس قومی دولت کو ملک میں لانے کا حکم جاری کیا ہے اور غیر قانونی طور پر پاکستان کے اس سرمایے سے این آر او کے تحت اس وقت کے اٹارنی جنرل ملک عبدالقیوم کے اس خط کو غیر مؤثر بنایا ہے جس کے ذریعے اس مقدمے کو واپس لیا گیا تھا جس میں حکومت پاکستان نے پاکستانی عوام کی اس دولت کو واپس لانے کا مطالبہ کیا تھا۔

سپریم کورٹ نے وزیراعظم سے کس بات کا مطالبہ کیا ہے؟ قانونی طور پر اس میں صدر زرداری کا نام کہیں نہیں آتا۔ مطالبہ صرف یہ ہے کہ جو غلط اقدام این آر او کے کالے اور اب کالعدم قانون کے تحت کیا گیا، اسے واپس لیا جائے اور قانون کو اپنا عمل پورا کرنے کا موقع دیا جائے۔ وزیراعظم یا ان کے وکیل کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ عدالت سے دستور کی دفعہ ۲۴۸ کے تحت کسی استثنا

کی درخواست کریں۔ اس لیے کہ ان کو پتا ہے کہ دفعہ ۲۴۸ کا اطلاق اس معاملے پر نہیں ہوتا۔ یہ صرف ان اُمور کے بارے میں ہے جو صدارت کے دوران ہوں۔ نیز صرف ایسے فوج داری معاملات اس کے دائرے میں آتے ہیں جو خواہ پہلے کے ہوں لیکن ان پر صرف عمل درآمد متعلقہ شخص پر اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک وہ اس عہدے پر فائز ہو۔ سوئس عدالتوں میں پاکستان کا مقدمہ سول مقدمہ (civil suit) کی حیثیت سے ہے، کریمنل نہیں۔ اور بات صرف زرداری صاحب کی نہیں ان تمام افراد سے متعلق ہے جو مقدمے میں فریق ہیں۔ استثنا کا اگر کہیں دعویٰ کیا جاسکتا ہے تو وہ سوئس عدالت میں ہی کیا جاسکتا ہے۔ جس خط کا مطالبہ سپریم کورٹ کر رہی ہے اس پر وہ لاگو ہی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اسے زرداری صاحب اور ان کے حکمران ٹولے اور ان کے وکیلوں کی فوج نے سیاسی مسئلہ بنادیا ہے۔ محترمہ کی قبر کا نام استعمال کیا جارہا ہے حالانکہ محترمہ اب اس جہاں میں جاچکی ہیں جہاں سے ان کا کوئی رشتہ اس دنیا کے معاملات سے باقی نہیں ہے۔ سوال قوم کی دولت واپس لانے کا ہے اور عدالت ہی نہیں پوری قوم کا مطالبہ ہے۔ قانونی عمل کے ذریعے اسے قوم کے مفاد میں حل کیا جائے۔ واضح رہے کہ اس مقدمے میں سوئس جج نے آصف علی زرداری اور دوسرے شریک افراد کو منی لانڈرنگ کے الزام میں چھے ماہ قید اور ۵۰ ہزار ڈالر جرمانے کی سزا سنائی تھی اور انھیں حکم دیا تھا کہ وہ حکومت پاکستان کو ۱۱ بلین ڈالر واپس کریں۔

یہ صرف ایک کیس کا معاملہ ہے ورنہ اگر نیویارک ٹائمز (جنوری ۱۹۸۸ء) میں شائع ہونے والی تفصیلی رپورٹ کا تعاقب کیا جائے تو تقریباً ڈیڑھ ارب ڈالر حکومت کے سودوں میں رشوت کے ذریعے حاصل کرنے کی تفصیلات موجود ہیں جو سب پاکستانی خزانے کی رقم ہے اور اس لیے یہ پاکستان کے غریب عوام کا حق ہے۔ بدقسمتی ہے کہ ہمارے حکمران پوری ڈھٹائی کے ساتھ عدالت عظمیٰ کے حکم کو ماننے اور عوام کا حق ان کو واپس دلانے کی کوششوں کو سبوتاژ کر رہے ہیں اور اس سلسلے میں حکمران پارٹی سے متعلق کچھ وکلا اور عہدے دار مقدمہ چلنے کی مدت ختم ہونے (law of limitation) کی باتیں بھی کر رہے ہیں۔ دوسری طرف خود سوئس حکومت کا معاملہ یہ ہے کہ اس نے ۲۰۱۱ء میں ایک نیا قانون نافذ کردیا ہے جس نے پاکستان اور ان تمام ممالک کے لیے جو اپنی لُوٹی ہوئی دولت کو غاصبوں سے واپس لینے کے لیے مستعد ہوں، نئے نئے امکانات کے

دروازے کھول دیے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ کے مشہور وکیل فرانسس مائیکل کے بقول اس قانون کے تحت اگر کوئی ریاست جس کا سرمایہ غیرقانونی طور پر سوئٹزرلینڈ میں موجود ہے اور کسی وجہ سے وہ خود اپنے ملک میں مقدمہ چلانے کی پوزیشن میں نہیں ہے، تو وہ اس قانون کی رُو سے یہ رقم حاصل کرسکتی ہے۔ (ملاحظہ ہو، دی نیوز ۲۳ جون ۲۰۱۲ء کی اشاعت میں شائع ہونے والی رپورٹ۔ New Swiss law allows easy opening of black money cases ''یعنی سوئس قانون اب کالے دھن کے مقدمات کو کھولنے کا آسان راستہ فراہم کررہا ہے''۔

اب اس سے زیادہ شرم ناک بات اور ملک دشمنی اور عوام دشمنی اور کیا ہوگی کہ جہاں رقم موجود ہے وہ ملک کہہ رہا ہے کہ لے جاسکتے ہو، مگر ہم وہ رقم واپس یہاں لانے کی راہ میں روڑے اٹکارہے ہیں۔

عدالت عظمیٰ پر اعتراضات

اس پس منظر میں بات واضح ہوجاتی ہے کہ معاملہ بلاشبہہ توہین عدالت کا تو ہے ہی، لیکن صرف توہین عدالت کا نہیں ہے۔ سرکاری ذرائع اور بھارتی اور مغربی میڈیا، اپنی قانون اور انصاف پرستی کے تمام دعووں کو بھول کر اس طرح پیش کررہے ہیں کہ پاکستان کی سپریم کورٹ نے ایک منتخب وزیراعظم کو بیک بنیی و دوگوش اقتدار اور اسمبلی کی رکنیت تک سے محروم کردیا ہے۔ اس کے لیے امریکی اور بھارتی اخبارات تسلسل کے ساتھ عدالتی 'کو' (coup) اور دوسرے ذرائع سے 'کو' کے الفاظ استعمال کررہے ہیں۔ بھارت کا کوئی بھی بڑا اخبار ایسا نہیں ہے جس نے ایک ہی لَے میں سپریم کورٹ کے اس اقدام اور جمہوری عمل کو درہم برہم کرکے، اپنی حدود سے تجاوز کرنے، اور ایک ایسی حکومت کو کمزور کرنے کا مرتکب قرار نہ دیا ہو، جو پاک بھارت تعلقات کو بہتر بنانے میں سرگرم ہے۔ مغربی اور بھارتی میڈیا کی یلغار کا ذکر ہم بعد میں کریں گے لیکن پہلے اصل اعتراض کا جائزہ لینا ضروری ہے جو بیرونی میڈیا اور عناصر کے ساتھ حکمران جماعت کے قائدین، ان کے ہم نوا اہلِ قلم اور کالم نگار، حتیٰ کہ کچھ اداریہ نگار بھی کررہے ہیں:

- پہلا اعتراض یہ ہے کہ عدالت نے اپنے دائرۂ کار سے تجاویز کیا ہے اور ایک منتخب وزیراعظم کو مجرم قرار دے کر اقتدار سے محروم کیا گیا ہے۔

● دوسرا اعتراض یہ ہے کہ عدالت نے جانب داری کا مظاہرہ کیا ہے۔ بے شمار مقدمات اس کے زیرسماعت ہیں لیکن اس نے جلد بازی سے ایک خاص جماعت اور ایک خاص فرد کو نشانہ بنایا ہے۔

● تیسرا اعتراض یہ کیا جارہا ہے کہ عدالت کے اس فیصلے کے پیچھے درپردہ کوئی اور ہاتھ ہے جو جمہوری عمل کو درہم برہم کرنا چاہتا ہے اور دانستہ یا نادانستہ طور پر عدالت اس کا آلۂ کار بن گئی ہے۔ درپردہ اشارہ فوج کی طرف ہے اور یہاں تک کہا جارہا ہے کہ عدالت اس proxy war کا حصّہ بن گئی ہے۔

● چوتھا اعتراض یہ ہے کہ عدالت نے دفعہ ۲۴۸ کو نظرانداز کردیا ہے۔

● پانچواں اعتراض یہ ہے کہ عدالت اور پارلیمنٹ اس معاملے کی وجہ سے باہم دست و گریباں ہورہے ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ آگے بڑھنے سے پہلے کیے جانے والے اعتراضات میں سے کچھ کو نمونے کے طور پر ریکارڈ کا حصّہ بنالیں تاکہ اندازہ ہوسکے کہ اس بارے میں کیا کیا گل افشانیاں ہورہی ہیں۔

سید یوسف رضا گیلانی صاحب نے بڑھ چڑھ کر دعوے کیے ہیں کہ وہ دستور کی دفعہ ۲۴۸ کا دفاع کررہے ہیں اور اگر وہ ایسا نہ کرتے تو دفعہ ۶ ان پر لاگو ہوسکتی ہے جس کی سزا موت ہے۔ اس لیے وہ اپنے من پسند وکلا کی تائید سے اس جرم کا ارتکاب کررہے ہیں جس کی سزا چھے ماہ ہے، گو ان کو صرف ۳۰ سیکنڈ کی سزا ملی۔ یہ دعویٰ کرتے وقت وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ دستور میں ایک دفعہ ۱۹۰ بھی ہے جو تمام انتظامی مشینری کو پابند کرتی ہے کہ عدالت کے فیصلوں پر عمل کرے۔ کیا دفعہ ۱۹۰ کی خلاف ورزی دفعہ ۲۴۸ کی خلاف ورزی سے، جو مشتبہ ہے، مختلف امر ہے اور کیا ۱۹۰ کی خلاف ورزی پر دفعہ ۶ لاگو ہوتی ہے یا نہیں۔

پاکستان کے دستور پر حلف اُٹھانے والے ایک اور مہربان جناب صدر آصف علی زرداری فرماتے ہیں کہ پارٹی کا فیصلہ ہے کہ کوئی بھی سوئس عدالت کو خط نہیں لکھے گا، خواہ اس کے نتائج کچھ بھی ہوں۔ اور یہ کہ خط کا مطالبہ دراصل محترمہ کی قبر کا مقدمہ ہے، حالانکہ اب محترمہ سے اس کا کوئی

تعلّق باقی نہیں رہا ہے۔ زرداری صاحب نے بار بار عدلیہ کا مذاق اُڑایا ہے اور اپنے تازہ ترین ارشاد میں تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ ''وزیراعظم کی نااہلی سے متعلّق عدالتی فیصلے پر تحفظات ہیں، اسے احتجاجاً قبول کیا ہے۔ عدالتی فیصلے کو پارلیمنٹ میں زیر بحث لائیں گے۔ جمہوریت کی خاطر دوسرا وزیراعظم لا رہے ہیں۔ نیا قائدایوان بھی بے نظیر کی قبر کا ٹرائل نہیں ہونے دے گا۔ پیپلز پارٹی کو کمزور کر کے اس ادارے کا فردِ واحد بھی جلد چلا جائے گا''۔ (ایوانِ صدر میں پیپلز پارٹی کی پارلیمانی پارٹی سے خطاب، جنگ، جسارت، نوائے وقت، نئی بات، ۲۱ جون ۲۰۱۲ء)

پارٹی کی پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ یہ سب 'بدمعاشی' ہے اور میں اس کے مقابلے میں بڑی بدمعاشی کر رہا ہوں------ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ بڑے دُکھ کے ساتھ ایک اہم جملہ معترضہ کے طور پر جناب آصف علی زرداری صاحب کے اس کردار کا بھی یہاں ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے جو وہ دستور کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایوانِ صدر سے مسلسل کر رہے ہیں۔

صدر زرداری صاحب بعینہٖ وہی بات کہہ رہے ہیں جو گیلانی صاحب نے کہی تھی اور جس پر توہینِ عدالت کا اطلاق ہوا تھا۔ پھر وہ عدالت عظمیٰ اور اس کے فیصلوں کو پارلیمنٹ میں بحث کے لیے لانے کی دعوت دے رہے ہیں جو اسمبلی اور سینیٹ کے رولز آف بزنس کے خلاف ہے۔ نیز وہ پیپلز پارٹی کو کمزور کرنے والے ادارے کے لیے 'فردِ واحد' کے جلد چلے جانے کی بات بھی فرما رہے ہیں جو ایک خطرناک دھمکی اور خوف ناک عزائم کی غماز ہے۔ یہی وہ فسطائی ذہن ہے جو قانون اور عدل کی بالادستی کو گوارا نہیں کرتا اور جو تصادم اور انتقام کی آگ کو بھڑکانے کا ذریعہ بنتا ہے۔

صدر صاحب بھی تمام عدالتی فیصلوں کی خلاف ورزی کر کے توہینِ عدالت کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اس سے بھی زیادہ سنگین اس جرم کا مسلسل ارتکاب کر رہے ہیں کہ صدر ہوتے ہوئے ایک سیاسی پارٹی کے سربراہ کا کردار ادا کر رہے ہیں، اور ملک کی سیاست میں پاکستان اور فیڈریشن کی نہیں بلکہ ایک پارٹی کی وکالت کر رہے ہیں اور اس کے مفادات کے لیے سرکاری وسائل اور حیثیت کو استعمال کر رہے ہیں۔ اور تیسرا جرم یہ ہے کہ اٹھارھویں ترمیم کے بعد دستور نے حکمرانی کا جو نقشہ مقرر کیا ہے اس کے برعکس انھوں نے پارلیمانی نظام پر صدارتی نظام کو مسلط کر دیا ہے۔

افسوس کا مقام یہ ہے کہ جو پارلیمان کی بالادستی کی رٹ لگاتے نہیں تھکتے وہ وزیراعظم کے دستوری اور پارلیمانی اختیارات کو ایک ایسے شخص کو دینے کے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں جسے دستور نے صرف فیڈریشن کی علامت بنایا ہے۔ یہ اور بھی زیادہ تشویش ناک ہے کہ ایک مجرم وزیراعظم کی جگہ ایک اور بدنام شخص کے انتخاب سے پہلے انھوں نے فوج کے چیف آف سٹاف سے مشورہ کیا جو خود ان کے اور چیف آف سٹاف کے حلف کی صریح خلاف ورزی ہے۔ یہ خوش آیند ہے کہ انھوں نے مشورہ دینے سے انکار کیا لیکن اس سے مشورہ حاصل کرنے والے کے جرم میں کمی نہیں آتی۔

عدلیہ کی بحالی کے سلسلے میں محترمہ عاصمہ جہانگیر کی بڑی خدمات ہیں لیکن سپریم کورٹ بارکونسل کے سالِ گذشتہ کے انتخابات کے بعد سے ان کے تیور خاصے بدل گئے ہیں اور اپنے تازہ ترین انٹرویو میں ارسلان افتخار کے معاملے کے حوالے سے ان کے ارشادات ناقابلِ فہم ہوتے جارہے ہیں، ان کا ارشاد ہے کہ:

> اس واقعے کے بعد سے عدالت عظمیٰ نے بڑی تیزی سے جمہوری نظام کی بساط لپیٹنے کا آغاز کیا ہے۔ انھوں نے خدشہ ظاہر کیا کہ انتخابات نہیں ہوں گے۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا جب کھلم کھلا مارشل لا لگا دیا جائے۔ لیکن ایک سویلین چہرے کے پیچھے فوجی بیٹھے ہوتے ہیں اور اب اس کی بدبو آنا شروع ہوگئی ہے۔ جب سے عدلیہ بحال ہوئی ہے اس نے اداروں کو بار بار دھچکا لگانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے لیکن حکومت کی بقا اس میں ہے کہ وہ عدالت عظمیٰ کے فیصلوں کو تسلیم کرے۔ انھوں نے کہا کہ عدالتی فیصلہ جمہوریت کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ افسوس کہ عدلیہ، پارلیمان اور اپوزیشن ایک دوسرے کو کمزور کرنے کے لیے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔

بلاشبہہ ہر شخص کو اپنی راے کا حق ہے لیکن عدالت کے فیصلوں سے فوجی بوٹوں کی بو آرہی ہے یا نہیں، محترمہ کے بیان میں زرداری اور گیلانی صاحب کی آواز کی بازگشت صاف سنی جاسکتی ہے۔

روزنامہ ڈان کے نامہ نگار راجا اصغر نے اس پورے عمل کو A Judicial Blow to Politics (سیاست پر عدالتی ضرب) کا عنوان دیا ہے (ڈان، ۲۰ جون ۲۰۱۲ء)، اور بالواسطہ طور پر جسٹس منیر کا ریفرنس دیتے ہوئے Constitutional Coup (دستوری 'کو') کی یاد تازہ کی ہے۔

بھارتی میڈیا کا واویلا اور حقائق

یہ اشارے تو 'صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں' کے انداز کے ہیں لیکن امریکی میڈیا اور اس سے بھی بڑھ کر بھارتی میڈیا تو عدالت عظمیٰ کے اس فیصلے پر بڑا چراغ پا ہے اور بھارت کی سپریم کورٹ کے سابق جج صاحب تو تلوار اور بھالا سنبھال کر حملہ آور ہو گئے ہیں اور تعجب ہے کہ ان کے اس وار کو عارف نظامی جیسے مدیر اور دانش ور نے بھی نیم تائیدی انداز میں اپنے مضمون میں شامل کرنا ضروری سمجھا ہے۔ (ملاحظہ ہو پاکستان ٹوڈے، Exit Gilani، ۲۳ جون ۲۰۱۲ء)

اب ذرا بھارتی اخبارات کی گل افشانیوں کو بھی انھی کے الفاظ میں ملاحظہ فرما لیجیے۔ نہایت معتبر اور بالعموم متین اخبار *The Hindu* ادارتی کالم میں لکھتا ہے:

> ان حالات میں، جب کہ ایک منتخب حکومت اور نئی زندگی پانے والی سپریم کورٹ، دونوں یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اپنی اداراتی حدود کا دوبارہ تعیّن کریں، تصادم ناگزیر تھا۔ پریشان کن سوال یہ ہے کہ کیا یہ محض جمہوری رسہ کشی سے زیادہ ہے؟ جس یکسوئی کے ساتھ سپریم کورٹ نے حکومت کے ساتھ اپنی لڑائیاں جاری رکھی ہیں، اس نے دوسرے ذریعے سے 'کو' کے الزامات کو راہ دی ہے۔ (۲۰ جون ۲۰۱۲ء)

بھارتی اخبار *Deccan Chronicle* سب سے زہر آلود تبصرہ کرتا ہے:

> درحقیقت چیف جسٹس نے موجودہ حکومت اور ملک کی سیاست کو مزید اُلجھاؤ سے نکالنے کے بجائے قدم بہ قدم گرائے جانے کو ناگزیر بنا دیا ہے۔ یہ ایک کلاسیکل فوجی 'کو' نہیں ہے (اس لیے کہ فوج سے اقتدار سنبھالنے کی توقع نہیں ہے) بلکہ یہ پی پی پی کے زیرقیادت نظام کو جو فوج کا ناپسندیدہ ہے، قدم بہ قدم تباہ کرنا ہے۔ شاید ممکنہ طور پر میموگیٹ کے پس پردہ بھی یہی جذبہ کارفرما تھا، جس نے گذشتہ برس صدر کے قائم مقام نمایندوں کو امریکیوں کے سامنے فوجی انقلاب کا خوف بیان کرنے پر آمادہ کیا۔ یہ امر اہم ہے کہ چیف جسٹس نے دوسرے سیاست دانوں کے خلاف مقدمات کا آغاز نہیں کیا ہے۔ اس طرح ہمارے سامنے پاکستان میں دوسرے ذرائع سے 'کو' آتا ہے جو بھارت اور پاکستان میں تعلقات کی سنجیدہ کوشش میں رکاوٹ ہے۔ جن انتخابات

کے تار فوج ہلاتی ہے زیادہ دُور نہیں ہو سکتے۔

Indian Express ایک اور نام وَر روز نامہ ہے، وہ کیوں پیچھے رہتا، ارشاد ہوتا ہے:

> لگتا ہے کہ گھڑی کی سوئیاں پیچھے کر دی گئی ہیں۔ زرداری کے خلاف بدعنوانی کے مقدمات کو دوبارہ زندہ کرنے سے انکار پر توہینِ عدالت کے مقدمے نے ۲۰۰۹ء کی یاد تازہ کر دی ہے جب عدالت نے سابق صدر مشرف کی زرداری اور ان کے ساتھیوں کی معافی کو رد کر دیا تھا۔ لیکن سول حکومت کو کمزور کرنے والا حملہ پاکستان کے بڑھتے ہوئے سیاسی عدم استحکام کے لیے ناگزیر تھا، خاص طور پر اسامہ بن لادن کے قتل کے بعد۔ نہ یہ بات غیر متوقع تھی کہ یہ عدلیہ کی طرف سے آ سکتا تھا۔ پاکستان کی فوج اور عدلیہ اکثر وقت کی سول حکومت کے خلاف ایک دوسرے سے مل گئے ہیں اور اس فیصلے کو بھی اس کے ظاہری مفہوم تک نہیں لینا چاہیے۔

اب بھارت کی سپریم کورٹ کے سابق جج مارکنڈی کاٹجو کے تابڑ توڑ حملے بھی دیکھیے:

> مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کی عدالت عظمیٰ اور خاص طور پر اس کے چیف جسٹس نے مکمل عدم برداشت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اعلیٰ عدالتوں سے اس کی توقع نہیں کی جاتی۔ درحقیقت عدلیہ اور اس کے چیف جسٹس عوام کو خوش کرنے کے لیے عرصے سے کھیل رہے ہیں۔ یہ بالکل عیاں ہو گیا ہے اور اس نے تمام دستوری معیارات کو پامال کر دیا۔ میں یہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں کہ بدعنوانی کے الزامات جو واضح طور پر مجرمانہ نوعیت کے ہیں، پاکستانی صدر کے خلاف کس طرح شروع کیے یا جاری رکھے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک عدالت وزیر اعظم کو کس طرح نکال سکتی ہے؟ جمہوریت میں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ وزیر اعظم اس وقت تک اپنے منصب پر رہتا ہے جب تک کہ اسے پارلیمنٹ کا، نہ کہ عدالت عظمیٰ کا اعتماد حاصل رہتا ہے کہ دستور نے مملکت کے تین ستون، یعنی عدلیہ، مقنّنہ اور انتظامیہ کے درمیان ایک نازک توازن قائم کیا ہے۔ ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہیے اور ایک دوسرے کے دائرۂ کار میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ دوسری صورت میں نظام نہیں چل سکتا۔ ایسا نظر آتا ہے کہ پاکستان کی عدالت عظمیٰ نے

اپنا توازن کھو دیا ہے اور جنونی (berserk) ہوگئی ہے۔ اگر یہ اب بھی ہوش میں نہیں آتی تو مجھے ڈر ہے کہ وہ دن دُور نہیں جب دستور ختم ہو جائے گا اور الزام پورے کا پورا عدالت پر ہوگا، اور خاص طور پر اس کے چیف جسٹس پر۔(دی نیوز، پاکستان ٹوڈے، ۲۲جون ۲۰۱۲ء)

جناب زرداری صاحب کو بھارت کے ان 'ہمدردوں' کی شکل میں وہ ترجمان مل گئے جو ان کی اپنی لیگل ٹیم سے بھی بازی لے گئے ہیں۔

اصل مسئلہ کیا ہے؟

اس ساری شعلہ بیانی کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے اور ان تمام اعتراضات کے وزن کو بھی متعین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل حقائق پر کھلے دل سے غور کیا جائے اور پھر وقت کا قاضی جو فتویٰ بھی دے، قبول ہے۔

اصل ایشو کسی منتخب یا غیر منتخب شخص کو سزا دینا یا نہ دینا نہیں، اصل ایشو دو ہی ہیں:

● ایک: این آر او جسے عدالت کی فل کورٹ کی جانب سے اوّل دن سے ہی خلافِ دستور اور خلافِ قانون ہونے اور بدنیتی پر مبنی اور عالمی سازشوں کے ذریعے رُونما ہونے والا ایک ظالمانہ اور جمہوریت کش اقدام قرار دے دیا گیا ہے۔ عدالت عظمیٰ کے حالیہ اقدامات کا تعلق نہ جمہوریت کے مستقبل سے ہے، نہ منتخب لوگوں کے معتبر یا غیر معتبر ہونے سے۔ یہ تو سوال ہی نہیں اُٹھتا کہ عدالت وزیراعظم پر عدمِ اعتماد کر رہی ہے اس لیے کہ عدالت تو صرف ایک 'جرم' کے مرتکب سے قانون کے مطابق معاملہ کر رہی ہے۔ کسی پر اعتماد یا عدمِ اعتماد، نہ اس کا میدان ہے اور نہ وہ اس بارے میں کچھ کہہ رہی ہے۔ لیکن کیا اگر ایک جرم پارلیمنٹ کا رکن یا انتظامیہ کا اعلیٰ ترین عہدے دار کرے تو وہ جرم نہیں رہتا؟

واضح رہے کہ حکومت این آر او کو پارلیمنٹ میں لانے کے بعد اسے واپس لینے پر مجبُور ہوئی۔ حکومت کے وکیل نے عدالت عظمیٰ میں اس کے دفاع سے معذرت کر لی اور عدالت نے محکم دلائل کے ساتھ اسے ایک bad law قرار دے کر منسوخ کر دیا۔ بعد از خرابی بسیار، حکومت کی طرف سے ریویو کی اپیل بھی مسترد ہوگئی جس نے بحث کے باب کو بند کر دیا۔ اب مسئلہ صرف اس فیصلے کے نفاذ کا ہے اور جن لوگوں نے، خواہ وہ کوئی بھی ہو، اس سے جو فائدے اُٹھائے ہیں ان کو اس سے محروم کرنے کا ہے۔ یہ حق و انصاف کا کم سے کم تقاضا ہے۔ نیز اس معاملے میں قانون کی نگاہ میں

سب کی برابری اصل اصول ہے۔ کسی کے لیے بھی کوئی مراعات نہ دستور ہی دیتا ہے اور نہ قانون اور اخلاق میں اس کی گنجایش ہے۔ رہا زرداری صاحب کے لیے دفعہ ۲۴۸ کا معاملہ تو جیسا ہم نے پہلے عرض کیا قانونی طور پر نہ اس کا سہارا لیا گیا ہے اور نہ بنتی ہے۔ معاملہ فوج داری کا نہیں، سول ہے۔ بھارتی سپریم کورٹ کے سابق جج صاحب نے اصل حقائق معلوم کرنے کی زحمت کی ہوتی تو اپنے بیان میں ایسی فاش غلطی نہ کرتے۔ پاکستان کی حکومت کی جو درخواست سوئس عدالت کو گئی تھی وہ سول قانون کے تحت تھی، یعنی پاکستان کی دولت کی واپسی۔ فوج داری الزام سوئس پراسیکیوٹر کی طرف سے تھا، پاکستان کی طرف سے نہیں۔ جسٹس رمدے نے اس معاملے پر بڑی تفصیل سے اور فیصلہ کن روشنی ڈالی ہے، اس لیے دفعہ ۲۴۸ کو اس بحث میں لانا خلط مبحث ہے۔

● دوسرا بنیادی ایشو یہ ہے کہ قانون کی خلاف ورزی کے سلسلے میں فیصلہ کرنے کا اختیار کس کو ہے ___ وزیراعظم کو، صدرِمملکت کو، وزراے کرام کو، ارکانِ پارلیمنٹ کو یا ملک کی عدالتوں کو۔ دستور اس مسئلے کو ہمیشہ کے لیے طے کرچکا ہے اور وہ یہ ہے کہ عدالت اور عدالت ہی ایسے معاملات کا فیصلہ کرسکتی ہے اور اس کا فیصلہ آخری اور حتمی ہے۔ نظری طور پر اس سے انکار نہیں ہوسکتا ہے کہ اس کا احتمال ہے کہ کبھی عدالت سے بھی غلطی ہوجائے لیکن اس کا راستہ بھی عدالتی نظام میں ریویو کے دائرے میں ہے، اس سے باہر نہیں۔ اسی طرح قانون بنانا مقنّنہ کا کام ہے، مگر قانون کی تعبیر صرف عدالت عظمٰی کا حق ہے۔ پارلیمنٹ نئی قانون سازی کرسکتی ہے لیکن عدالت کے judicial review کے حق کو غصب نہیں کرسکتی اور تقسیم اختیارات اور اقتدار کی تکون (Trichotomy of power) کے یہی معنی ہیں۔ اگر عدالت کے فیصلوں کے بارے میں بھی کوئی یہ استحقاق حاصل کرنا چاہے کہ جس فیصلے کو چاہے تسلیم کرے اور جسے نہ چاہے اسے تسلیم نہ کرے تو یہ مہذب معاشرے کی بنیادوں کو مسمار کرنے کے مترادف اور جنگل کے قانون کی طرف مراجعت ہے۔

موجودہ حکومت اعلیٰ عدالت سے مسلسل برسرِ پیکار ہے اور ۴۰ سے زیادہ فیصلوں (بشمول این آر او کے فیصلے) پر عمل پیرا ہونے سے گریزاں ہے۔ یہ ایک جرمِ عظیم ہے اور ایسے جرم کے مرتکبین اپنے حق حکمرانی سے محروم ہوجاتے ہیں۔ یہ دستور کی خلاف ورزی ہی نہیں، اس کے خلاف بغاوت ہے اور دفعہ ۶ کی زد ایسے تمام اقدامات پر پڑتی ہے جس کی سزا موت تک ہوسکتی ہے۔

ہمیں تعجب ہے کہ بھارت کی سپریم کورٹ کے سابق جج اور ان کے بھارتی اور پاکستانی ہم نوا بڑی دیدہ دلیری بلکہ دریدہ دہنی سے کہہ رہے ہیں کہ ایک جمہوریت میں ایک منتخب وزیراعظم کو غیر منتخب عدالت کیسے ہٹاسکتی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے بیش تر ممالک میں قانون کی نگاہ میں حاکم اور رعایا میں کوئی فرق نہیں اور جہاں کسی درجے کا استثنا دیا گیا ہے وہ غیر محدود نہیں۔ خود بھارت میں ۱۲ جون ۱۹۷۵ء کو الٰہ آباد ہائی کورٹ کے فاضل جج جگ موہن لعل سنہا نے الیکشن میں بدعنوانیوں کے الزام میں اس وقت کی وزیراعظم محترمہ اندرا گاندھی کو سزا دی تھی اور انھیں پارلیمنٹ کی رکنیت سے محروم کردیا تھا۔ عدالت نے ان کو اپیل کا حق دیا تھا جس کا اندرا گاندھی نے فائدہ نہ اُٹھایا اور پھر وہ دستوری 'کو' آیا جس کا خوف یہ بھارتی قانونی سورما پاکستان کو آج دلا رہے ہیں، یعنی بھارت میں چند ہی ہفتوں میں ایمرجنسی کا نفاذ، دستور کو معطل کرنا، اپوزیشن کے قائدین کی گرفتاریاں اور اندرا گاندھی اور سنجے گاندھی کا آمرانہ اقتدار!

ایک جائزے کے مطابق صرف گذشتہ صدی میں دنیا میں ۲۰ صدور اور ۲۲ وزراے اعظم ایسے ہیں جن کو سزائیں ہوئی ہیں اور ان کے جرائم میں کرپشن کے علاوہ جنگی جرائم، بے حُرمتی، قتل اور دیگر سنگین الزامات شامل ہیں۔ اسلامی تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ ساتویں صدی ہجری میں قاہرہ کے قاضی نے مملوک حکمران کو امارت سے معزول کردیا تھا۔

پروفیسر جان ایسپوزیٹو اسلام اور جمہوریت پر بحث کرتے ہوئے اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں کہ عثمانیہ دور میں کم از کم چار ایسے خلیفہ تھے جن کو قاضی القضاۃ نے معزول کردیا۔ پروفیسر محمود احمد غازی کی تحقیق یہ تھی کہ یہ تعداد چار نہیں نو ہے۔ تعداد جو بھی ہو، بات تعداد کی نہیں، اصول کی ہے اور ہمیں تعجب ہے کہ تحقیق کے بغیر بڑے بڑے قانون دان اور صحافی ایسے دعوے کر رہے ہیں اور پاکستان کی عدالت عظمیٰ کو دوش دے رہے ہیں کہ اس نے ایک منتخب وزیراعظم کو جرم کی سزا دے دی۔ حالانکہ عدالت نے جس صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور جتنے مواقع حکومت کو قانون کی پاس داری اور دستور کے مطابق اپنی ذمہ داری ادا کرنے کے دیے، اس کی مثال مشکل ہے۔ عدالت نومبر ۲۰۰۹ء سے خط لکھے جانے کا مطالبہ کر رہی ہے مگر حکمرانوں نے محض اپنی کرپشن کو بچانے کے لیے تین سال ضائع کردیے، بلکہ عدالت کا تمسخر اُڑایا جس پر عدالت کو گرفت کرنا پڑی۔

گیلانی صاحب اوران کے لائق وکیل نے فیصلے کے خلاف اپیل کا حق جان بوجھ کر استعمال نہیں کیا اور معاملے کو سیاسی رنگ دینے کی کوشش کی۔ پھر پارلیمنٹ کو استعمال کرنے کی قبیح کوشش کی اور اسپیکر سے ایک ایسی رولنگ دلوائی گئی جس کی دستور، قانون اور سیاسی روایات میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس پر مستزاد، قومی اسمبلی سے رولنگ کے حق میں قرارداد پاس کرائی گئی جو خود ایوان کی بے حُرمتی اور اسپیکر کے اختیارات کو غصب (arrogate) کرنے کے مترادف تھا۔

عدالت نے ان تمام نازیبا حرکات سے صرفِ نظر کیا لیکن حکمران ٹولہ اور بھی جری ہوکر کھل کھیلنے میں مشغول رہا بلکہ عدالت اور خود چیف جسٹس کے خلاف ایک نہایت گھناؤنا سازشی جال بُننے کی کوشش کی گئی جو اللہ کی حکمت سے خود ان کے اُوپر لوٹ آیا۔ اربابِ دولت اور اصحابِ صحافت سب کو ملوث کرنے کی کوشش کی اور فوج اور خفیہ ایجنسیوں پر بھی چھینٹے اُڑائے گئے حالانکہ عدالت عظمیٰ لاپتا افراد اور بھتہ خوری اور لاقانونیت کے مسائل پر (عوامی درخواستوں پر یا خود اپنی صواب دید پر)، دستور کی دفعہ ۱۸۴ کے تحت گرفت کر رہی ہے اور سیاست دانوں کے مقابلے میں بیوروکریسی کے ہر گرفت سے بالا (untouchable) افراد تک اور ایجنسیوں اور ایف سی کے ذمہ داروں پر قانون لاگو کرنے کی مہم میں مصروف ہے۔ بلاشبہہ عدل ہر حال میں ہونا چاہیے، ہر کسی کے باب میں ہونا چاہیے اور ہوتا ہوا نظر آنا چاہیے۔ نیز احتساب سے کوئی بالا نہیں۔ نہ سیاست دان، نہ علما، نہ جج، نہ جرنیل، نہ صحافی، نہ تاجر اور نہ عام شہری۔ جس طرح امتیازی انصاف ناقابلِ قبول ہے اسی طرح عدلیہ کے فیصلوں کے باب میں کسی کو تسلیم کرنے اور کسی کو نہ کرنے کی بھی قطعاً کوئی گنجایش نہیں۔ عدالت نے بہت سے اہم فیصلوں میں وقت ضرور لیا ہے مگر کسی جانب داری کا کسی درجے میں بھی مظاہرہ نہیں کیا۔ عدالتی فعالیت کا اگر مظاہرہ ہوا تو وہ عوام کے حق کی حفاظت اور دستور اور قانون کا احترام کرانے کے لیے ہوا ہے، اور اس کے برعکس حکومتی افراد اور خصوصیت سے حکمران پارٹی کے افراد کے باب میں بار بار کے مواقع دے کر عدالتی تحمل (restraint) کا مظاہرہ کیا گیا ہے جس پر عوام مضطرب رہے ہیں۔

بحران کا حل

موجودہ حالات میں اعلیٰ عدالت نے دستور اور قانون کی پاس داری، عوام کو ان کے حقوق دلانے اور ملک سے بدعنوانی، کرپشن، بدحکمرانی اور اقرباپروری کے خاتمے کے لیے جو کوششیں کی

ہیں وہ ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ بلاشبہہ حالات بہت خراب ہیں اور جو کچھ کیا جاسکا، وہ بہت ہی محدود ہے مگر جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ بہت قیمتی ہے۔ آزاد عدالت اور آزاد اور ذمہ دار صحافت پر ضرب لگانے کی جو کوششیں ہورہی ہیں وہ قابلِ مذمت ہیں۔ عدلیہ کو مضبوط کرنا اور عدلیہ کی پشت پر پوری عوامی تائید کو منظم کرنا جمہوریت کی بقااور فروغ کے لیے نہایت ضروری ہے۔

ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جناب یوسف رضا گیلانی نے عدالت کے فیصلے کو قبول نہیں کیا اور شہید بننے کے شوق میں بے توقیر ہوکر ایوانِ اقتدار سے رخصت ہوئے۔ انھوں نے پاکستان کے وزیراعظم سے زیادہ جناب زرداری صاحب کے مفادات کے محافظ اور پارٹی کارکن کا کردار ادا کیا۔ زرداری صاحب نے بھی عدالت کے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا، عدالت کا مذاق اُڑایا اور ان کی ساری تگ ودو عدالت کے فیصلوں کو ناکام کرنے کی ہے۔ راجا پرویز اشرف کا نئے وزیراعظم کے طور پر انتخاب بھی اسی مذموم کھیل کا حصّہ ہے۔ سب معترف ہیں کہ موصوف میں ایسی کوئی خوبی نہیں کہ وہ اس عظیم ذمہ داری کے کم سے کم تقاضے بھی پورے کرسکیں۔ وہ ایک ناکام وزیراور ایک بدنام سیاست دان ہونے کی شہرت رکھتے ہیں۔ ان کے اپنے ایک رفیق وزیر نے ان کے خلاف بدعنوانی اور کرپشن کا مقدمہ عدالت عظمٰی میں دائر کیا اور وہ آج بھی اس پر قائم ہیں۔

خود عدالت نے رینٹل پاور کے مقدمے کے فیصلے میں دو بار ان کے خلاف تحقیق اور کارروائی کی ہدایت کی ہے۔ ایک ایسے شخص کو وزیراعظم بنانے اور برملا اس سے بھی وہی خدمت لینے کا اعلان جو یوسف رضا گیلانی صاحب کی برخاستگی کا سبب بنی، تصادم اور کش مکش بلکہ کھلی جنگ کی دعوت ہے۔ یہ تباہی کا راستہ ہے اور جمہوریت کو اصل خطرہ جمہوریت کے ان دعوے داروں سے ہے جن کے بارے میں یہ بھی کہنا مشکل ہے کہ وہ نادان دوست ہیں یا دانا دشمن؟ صاف نظر آرہا ہے کہ عدالت اپنے فیصلے پر عمل درآمد کا مطالبہ کرے گی اور اسے یہی کرنا چاہیے اور پوری مستعدی سے کرنا چاہیے۔ امکان یہی ہے کہ نئے وزیراعظم اس پرانی لن ترانی کا اعادہ کریں گے اور قانون اپنا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوگا۔ ان حالات میں دو ہی راستے ہیں:

۱- حکمران اپنی روش کو بدلیں، عدالت کے فیصلے کو قبول کریں اور سوئس عدالت کو فوری طور پر خط لکھیں تاکہ یہ کش مکش ختم ہو، اور پھر مشاورت کے ذریعے جلد از جلد اور شفاف انتخابات کا

انعقاد ہو جو ایک معتمد علیہ اور غیر جانب دار الیکشن کمیشن کے تحت اور قابلِ قبول اور غیر جانب دار نگران حکومت کی نگرانی میں منعقد ہوں۔

۲- اگر حکومت یہ راستہ اختیار نہیں کرتی تو تمام اپوزیشن جماعتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایک ایسا متفقہ لائحہ عمل تیار کریں جس کے نتیجے میں پُرامن عوامی تحریک کے ذریعے موجودہ حکومت کو دستور، قانون اور نظامِ عدل کے خلاف اس کی جنگ سے روکا جائے۔ اگر وہ نہ رُکے تو پھر اس کو اقتدار سے ہٹا کر ایک غیر جانب دار عبوری حکومت کے تحت جلد از جلد نئے انتخابات منعقد کیے جائیں، الیکشن کمیشن کو دستور کے مطابق تمام اختیارات دیے جائیں اور عبوری حکومت شفاف انتخابات کا اہتمام کرے تاکہ قوم اس دلدل سے نکلے اور ایک حقیقی اسلامی جمہوری اور فلاحی ریاست کے قیام اور اپنے حقیقی مقصد اور مشن کے حصول کے لیے سرگرم ہو سکے۔ •

بہت وقت اور بہت وسائل ضائع ہو چکے ہیں۔ اب مزید نقصان کی گنجایش نہیں۔ تبدیلی دستک دے رہی ہے اور عوامی قوت کے ذریعے ایک صالح انقلاب ہی کے ذریعے حقیقی اور صحت مند تبدیلی آسکتی ہے۔ اس کے لیے سب کو ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اسی طرح مشترک جدوجہد کرنا ہوگی جس طرح تحریکِ پاکستان میں سب نے مل کر انگریز اور ہندو قیادت دونوں کے کھیل کو ناکام بنانے کے لیے کی تھی اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی ایک آزاد مملکت قائم ہوئی۔ اسی طرح آج اس مملکت کی بقا اور استحکام کے لیے اس کو اس کے اصل مقصد وجود کے حصول کے لیے سرگرم کرنے کے لیے اور اسے ان غاصبوں سے نجات دلانے کے لیے جو ایک عرصے سے اس پر قابض ہیں متحدہ ملّی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ پاکستانی قوم، خصوصیت سے اس کے نوجوان اپنے وطن عزیز کو غاصبوں کے چنگل سے چھڑانے اور اسے ۱۸ کروڑ انسانوں کے لیے خوشی، خوش حالی اور خودمختاری کا گہوارا بنانے کی جدوجہد میں ہر مفاد اور ذاتی پسند و ناپسند سے بلند ہو کر سردھڑ کی بازی لگا دیں گے۔

نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

کتابچہ دستیاب ہے۔ منشورات، منصورہ، لاہور۔ قیمت: ۱۳روپے، سیکڑے پر رعایت

حکمت مودودیؒ

بندگی کا تقاضا

اسلام کا تصورِ عبادت یہ ہے کہ آپ کی ساری زندگی خدا کی بندگی میں بسر ہو۔ آپ اپنے آپ کو دائمی اور ہمہ وقتی ملازم سمجھیں۔ آپ کی زندگی کا ایک لمحہ بھی خدا کی عبادت سے خالی نہ ہو۔ اس دنیا میں آپ جو کچھ بھی کریں، خدا کی شریعت کے مطابق کریں۔ آپ کا سونا اور جاگنا، آپ کا کھانا اور پینا، آپ کا چلنا اور پھرنا، غرض سب کچھ خدا کے قانونِ شرعی کی پابندی میں ہو۔ خدا نے جن تعلقات میں آپ کو باندھا ہے، ان سب میں آپ بندھیں، اوران کو اس طریقے سے جوڑیں یا توڑیں جس طریقے سے خدا نے انھیں جوڑنے یا توڑنے کا حکم دیا ہے۔ خدا نے جو خدمات آپ کے سپرد کی ہیں اور دنیوی زندگی میں جو فرائض آپ سے متعلّق کیے ہیں، ان سب کا بار آپ نفس کی پوری رضامندی کے ساتھ سنبھالیں اوران کو اس طریقے سے ادا کریں جس کی طرف خدا نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے آپ کی رہنمائی کی ہے۔ آپ ہر وقت ہر کام میں خدا کے سامنے اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں، اور سمجھیں کہ آپ کو اپنی ایک ایک حرکت کا حساب دینا ہے۔ اپنے گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ، اپنے محلے میں ہمسایوں کے ساتھ، اپنی سوسائٹی میں دوستوں کے ساتھ اور اپنے کاروبار میں اہلِ معاملہ کے ساتھ برتاؤ کرتے وقت ایک ایک بات اور ایک ایک کام میں خدا کی مقرر کردہ حدود کا آپ کو خیال رہے۔ جب آپ رات کے اندھیرے میں ہوں اور کوئی نافرمانی اس طرح کر سکتے ہوں کہ کوئی آپ کو دیکھنے والا نہ ہو، اس وقت بھی آپ کو یہ خیال رہے کہ خدا آپ کو دیکھ رہا ہے۔ جب آپ جنگل میں جا رہے ہوں اور وہاں کوئی جرم اس طرح کر سکتے ہوں کہ کسی پکڑنے والے اور کسی گواہی دینے والے کا کھٹکا نہ ہو، اس وقت بھی آپ خدا کو یاد کر کے ڈر جائیں اور جرم سے باز رہیں۔ جب آپ جھوٹ، بے ایمانی اور ظلم سے بہت سا فائدہ حاصل کر سکتے ہوں اور کوئی آپ کو روکنے والا نہ ہو، اس وقت بھی آپ خدا سے ڈریں اور فائدے کو اس لیے چھوڑ دیں کہ خدا اس سے ناراض ہوگا۔ اور جب سچّائی اور ایمان داری میں سراسر آپ کو نقصان

پہنچتا ہو اس وقت بھی نقصان اُٹھانا قبول کرلیں، صرف اس لیے کہ خدا اس سے خوش ہوگا۔

پس دنیا کو چھوڑ کر کونوں اور گوشوں میں جا بیٹھنا اور اللہ اللہ کرنا عبادت نہیں ہے، بلکہ دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اور دنیوی زندگی کی ساری ذمہ داریوں کو سنبھال کر خدا کے قانون کی پابندی کرنا عبادت ہے۔ ذکر الٰہی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ زبان پر اللہ اللہ جاری ہو، بلکہ اصلی ذکر الٰہی یہ ہے کہ جو چیزیں خدا سے غافل کرنے والی ہیں ان میں پھنسو اور پھر خدا سے غافل نہ ہو۔ دنیا کی زندگی میں جہاں قانونِ الٰہی کو توڑنے کے بے شمار مواقع، بڑے بڑے نقصانوں کا خوف لیے ہوئے سامنے آتے ہیں، وہاں خدا کو یاد کرو اور اس کے قانون کی پیروی پر قائم رہو۔ حکومت کی کرسی پر بیٹھو اور وہاں یاد رکھو کہ مَیں بندوں کا خدا نہیں ہوں بلکہ خدا کا بندہ ہوں۔ عدالت کے منصب پر متمکن ہو اور وہاں ظلم پر قادر ہونے کے باوجود خیال رکھو کہ خدا کی طرف سے مَیں عدل قائم کرنے پر مامور ہوں۔ زمین کے خزانوں پر قابض و متصرف ہو اور پھر یاد رکھو کہ مَیں ان خزانوں کا مالک نہیں ہوں بلکہ امین ہوں اور پائی پائی کا حساب مجھے اصل مالک کو دینا ہے۔ فوجوں کے کمانڈر بنو اور پھر خوفِ خدا تمھیں طاقت کے نشے میں مدہوش ہونے سے بچاتا رہے۔ سیاست و جہاں بانی کا کٹھن کام ہاتھ میں لو اور پھر سچائی، انصاف اور حق پسندی کے مستقل اصولوں پر عمل کر کے دکھاؤ۔ تجارت اور مالیات اور صنعت کی باگیں سنبھالو اور پھر کامیابی کے ذرائع میں پاک اور ناپاک کا امتیاز کرتے ہوئے چلو۔ ایک ایک قدم پر حرام تمھارے سامنے ہزار خوش نمائیوں کے ساتھ آئے اور پھر تمھاری رفتار میں لغزش نہ آنے پائے۔ ہر طرف ظلم اور جھوٹ اور دغا اور فریب اور بدکاری کے راستے تمھارے سامنے کھلے ہوئے ہوں اور دنیوی کامیابیاں اور مادی لذتیں ہر راستے کے سرے پر جگمگاتے ہوئے تاج پہنے کھڑی نظر آئیں اور پھر خدا کی یاد اور آخرت کی بازپُرس کا خوف تمھارے لیے پابندِ پا بن جائے۔ حدود اللہ میں سے ایک ایک حد قائم کرنے میں ہزاروں مشکلیں دکھائی دیں، حق کا دامن تھامنے اور عدل و صداقت پر قائم رہنے میں جان و مال کا زیاں نظر آئے، اور خدا کے قانون کی پیروی کرنا زمین و آسمان کو دشمن بنا لینے کا ہم معنی ہو جائے، پھر بھی تمھارا ارادہ متزلزل نہ ہو اور تمھاری جبیں عزم پر شکن نہ آئے۔ یہ ہے اصلی عبادت! اس کا نام ہے یادِ خدا! اِسی کو ذکر الٰہی کہتے ہیں، اور یہی وہ ذکر ہے جس کی طرف قرآن میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (الجمعة ٦٢:١٠) ''پس جب نماز ختم ہوجائے تو پھیل جاؤ زمین میں اور تلاش کرو اللہ کے فضل میں سے اور یاد کرو اللہ کو بہت تاکہ تم فلاح پاؤ''.....

● **اسلام میں مراسمِ عبادت کی حیثیت:** یہ خلاصہ ہے اسلامی تصورِ عبادت کا۔ اسلام انسان کی پوری دنیوی زندگی کو عبادت میں تبدیل کر دینا چاہتا ہے۔ اس کا مطالبہ یہ ہے کہ آدمی کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی خدا کی عبادت سے خالی نہ ہو۔ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرنے کے ساتھ ہی یہ بات لازم آجاتی ہے کہ جس اللہ کو آدمی نے اپنا معبود تسلیم کیا ہے، اس کا عبد، یعنی بندہ بن کر رہے، اور بندہ بن کر رہنے ہی کا نام عبادت ہے۔

کہنے کو تو یہ چھوٹی سی بات ہے اور بڑی آسانی کے ساتھ اسے زبان سے ادا کیا جاسکتا ہے، مگر عملاً آدمی کی ساری زندگی کا اپنے تمام گوشوں کے ساتھ عبادت بن جانا آسان کام نہیں، اس کے لیے بڑی زبردست ٹریننگ کی ضرورت ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ خاص طور پر ذہن کی تربیت کی جائے، مضبوط کیرکٹر پیدا کیا جائے۔ عادات اور خصائل کو ایک سانچے میں ڈھالا جائے، اور صرف انفرادی سیرت ہی کی تعمیر پر اکتفا نہ کرلیا جائے، بلکہ ایک ایسا اجتماعی نظام قائم کیا جائے جو بڑے پیمانے پر افراد کو اس عبادت کے لیے تیار کرنے والا ہو، اور جس میں جماعت کی طاقت فرد کی پشت پناہ، اس کی مددگار اور اس کی کمزوریوں کی تلافی کرنے والی ہو۔ یہی غرض ہے جس کے لیے اسلام میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی عبادتیں فرض کی گئی ہیں۔

ان کو عبادت کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس یہی عبادت ہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اُس اصلی عبادت کے لیے آدمی کو تیار کرتی ہیں۔ یہ اس کے لیے لازمی ٹریننگ کورس ہیں۔ انھی سے وہ مخصوص ذہنیت بنتی ہے، اس خاص کیرکٹر کی تشکیل ہوتی ہے، منظم عادات و خصائل کا وہ پختہ سا پختہ بنتا ہے، اور اس اجتماعی نظام کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں جس کے بغیر انسان کی زندگی کسی طرح عبادتِ الٰہی میں تبدیل نہیں ہوسکتی۔ ان چار چیزوں کے سوا اور کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے یہ مقصد حاصل ہوسکے۔ اسی بنا پر ان کو ارکانِ اسلام قرار دیا گیا ہے، یعنی یہ وہ ستون ہیں جن پر اسلامی زندگی کی عمارت قائم ہوتی اور قائم رہتی ہے۔ (اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر، ص ۱۱-۱۸)

امیر جماعت سید منور حسن کی اپیل

اللہ کے بندو! اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اس سے بہتر کوئی سرمایہ کاری نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دل کے پورے اطمینان سے خرچ کرنے والوں کے لیے قرآن پاک میں یہ مثال دی گئی ہے جیسے کسی سطح مرتفع پر ایک باغ ہو، اگر زور کی بارش ہوجائے تو دگنا پھل لائے اور زور کی بارش نہ ہو تو ایک ہلکی پھوار بھی اس کے لیے کافی ہوجائے (البقرہ ۲:۲۶۵)۔ دوسری جگہ مثال دی کہ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِیۡ کُلِّ سُنۡۢبُلَۃٍ مِّاٸَۃُ حَبَّۃٍ (البقرہ ۲:۲۶۱) ''جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں، اور ہر بال میں ۱۰۰ دانے ہوں''۔

آج اللہ کے دین کی اقامت کے لیے بنائے ہوئے منصوبے وسائل کی کمی کی وجہ سے تشنہ تکمیل رہتے ہیں، جب کہ بدی کے کاموں کے لیے جیسے پیسوں کی بارش ہو رہی ہو۔ اہلِ ایمان، جن کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا ہے، دین کے کاموں کے لیے بڑھ چڑھ کر خرچ کریں تو کوئی منصوبہ نامکمل نہ رہے۔

- جو افراد اللہ کے گھر کی تعمیر میں حصّہ لے کر جنت میں اپنا گھر بنوانا چاہتے ہیں، وہ منصورہ کی جامع مسجد کی توسیع کے لیے تعاون کریں، کام شروع ہو چکا ہے، منصوبہ ۱۰ کروڑ کا ہے۔
- منصورہ میں ضروریات میں اضافہ کچھ عمارات کی توسیع کا تقاضا کرتا ہے۔ اس کے لیے منصوبہ ۵ کروڑ کا ہے۔
- جماعت اسلامی پاکستان پر اس وقت ماضی کا کُل ۳۰ کروڑ قرض ہے۔ قرض کی ادائیگی کی اہمیّت محتاجِ بیان نہیں۔

جس مد میں تعاون کر رہے ہوں، اس کی صراحت کر کے، چیک، ڈرافٹ یا آن لائن ٹرانسفر بنام **مجلس احیاے اسلام**، میزان بنک لمیٹڈ، گلبرگ برانچ، لاہور، اکاؤنٹ نمبر **0100841706 0201** ارسال کریں۔

جماعت اسلامی پاکستان

آئیے!

پاکستان کے روشن مستقبل کی طرف
ایک ایسا اسلامی، فلاحی اور جمہوری پاکستان

جہاں
* تعلیم
* صحت
* اور رہائش

سب کو میسر ہو

* انصاف
* روزگار
* اور خوش حالی

سب کی دہلیز تک پہنچے

آئیے

پاک سرزمین کو تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن کرنے اور اس سوہنی دھرتی میں ہریالی، امن اور خوشحالی لانے کے لیے

جماعت اسلامی

کا ساتھ دیجیے۔

رمضان کی حکمتیں اور آداب

ذکی الرحمٰن غازی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أُعْطِيَتْ أُمَّتِي خَمَسُ خِصَالٍ لَمْ تُعْطَهَا أُمَّةٌ مِنْ قَبْلِهِمْ: خَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ المِسْكِ، وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ المَلائِكَةُ حتّٰى يُفْطِرُوْا، وَ يُزَيِّنُ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ كُلَّ يَوْمَ جَنَّتَهُ ثُمَّ يَقُوْلُ: يُوشِكُ عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ أَنْ يُلْقُوا عَنْهُمُ المَؤُنَةَ وَالْأَذىٰ وَيَصِيْرُوْا اِلَيْكَ، وَتُصَفَدُ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْن فَلَا يَخلُصُوْا اِلٰى مَا كَانُوْا يَخْلُصُوْنَ اِلَيْهِ فِيْ غَيْرِهٖ، وَيَغْفَرُ لَهُمْ فِى آخرِ لِيْلَةٍ، قِيْلَ: يَارَسُولَ اللّٰه هِيَ لَيْلَةُ القَدْرِ؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنَّ العَامِلَ اِنَّمَا يُوَفّىٰ أَجْرُهُ اِذَا قَضٰى عَمَلَهُ (مسند احمد، ج ۲،ص ۲۹۲) ماہِ رمضان میں میری امت کو پانچ انعامات سے نوازا گیا ہے، اور یہ شرف کسی دوسری امت کو نصیب نہیں ہوا۔ روزے دار کے منہ کی بو (خلوف) اللہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ فرشتے افطار کے وقت تک روزہ داروں کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ روزانہ جنت کی آرایش کرتے ہوئے فرماتے ہیں: عنقریب میرے نیک بندے اپنی مشقتیں و تکالیف چھوڑ کر تیرے پاس آنے والے ہیں۔ سرکش شیطانوں کو بیڑیاں ڈال دی جاتی ہیں، اور وہ بقیہ ایام کی طرح اثر انداز نہیں ہو پاتے۔ اللہ تعالیٰ اس ماہ کی آخری شب تمام روزہ داروں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ سوال کیا گیا: کیا وہ آخری رات شبِ قدر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اس لیے کہ مزدور کو اس کی اُجرت کام ختم کرنے پر ملتی ہے۔

رمضان کے انعامات

اس حدیث کی روشنی میں چند باتیں قابلِ غور ہیں:

۱- روزے دار کے منہ کی بو اللہ رب العزت کو مشک کی خوشبو سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ منہ کی یہ بو معدے کے غذا سے خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور عامۃ الناس میں اس کو ناپسندیدہ بھی خیال کیا جاتا ہے۔ اللہ کے نزدیک اس کی پسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ اس کا وجود اللہ کی طاعت وعبادت سے ترکیب پاتا ہے۔ کوئی بھی بظاہر معیوب چیز اگر عبادت وطاعتِ الٰہی کے باعث وجود میں آتی ہے تو اللہ کو محبوب ہوتی ہے۔ کثرتِ سجود کی وجہ سے پیشانی پر پڑ جانے والے سیاہ نشان کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں ہے، ایک آنسو کا وہ قطرہ جو اللہ کی خشیت سے نکلے اور دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کی راہ میں بہے۔ اور دو نشانوں میں سے ایک وہ نشان جو جہاد کے لیے جانے کی وجہ سے پیدا ہوا ہو۔ دوسرا وہ نشان جو اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کی ادایگی کی وجہ سے [جسم] پر پڑ جائے'' (ترمذی: ۱۶۶۹ مع تحسین البانیؒ۔ کتاب الجہاد، ابن ابی عاصمؒ: ۱۰۸)۔ روزِ قیامت شہداے اسلام کا خونِ شہادت سے شرابور میدانِ حشر میں آنے کا بیان کہ ''اس کے زخم سے خون رِس رہا ہوگا، اس کا رنگ خون کا ہوگا لیکن خوشبو مشک جیسی ہوگی'' (بخاری، ۵۵۳۳، مسلم، ۴۹۷۰)۔ نیز عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ کا غبار آلود و پراگندہ حال حجاجِ کرام کو دیکھ کر ملائکہ کے سامنے اظہارِ فخر کرنا کہ ''دیکھو میرے ان بندوں کو جو بکھرے بالوں اور غبار آلود قدموں کے ساتھ میرے پاس آئے ہیں''۔ (مسند احمد، ۷۰۸۹، ابنِ حبان، ۳۸۵۲،۱۸۸۷)۔ یہ سب اسی اصول کی توضیحی مثالیں ہیں۔

۲- ملائکہ کے محوِ استغفار رہنے کا مطلب ہے کہ چونکہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کے معزز ومکرم اور ہر طرح کی سرتابی وعصیان سے معصوم ہوتے ہیں، اس لیے روزے داروں کے حق میں ان کی دعاے استغفار قبولیت کا لازمی قرینہ ہے۔ مزید یہ کہ ملائکہ کا صائمین کے لیے استغفار پر مقرر کیا جانا روزے داروں کی بلندیِ درجات کی دلیل ہے۔ مغفرت کے معنی ہوتے ہیں دنیا وآخرت میں گناہوں کی پردہ پوشی۔ تمام بنی آدم چونکہ تھوڑے بہت خطا کار ضرور ہوتے ہیں، اس لیے سترِ ذنوب سے کسی متنفس کو استغناء نہیں ہوسکتا۔

۳- اللہ رب العزت کا روزانہ جنت کی آرایش کرنا اس لیے ہوتا ہے کہ صالح نفوس میں اس جنت میں رسائی کا جذبہ و رغبت پیدا ہو۔ مشقتوں و تکالیف سے مراد دنیا کی مصائب و تکالیف اور مشاغل و مصروفیات ہیں، اور ان کے ترک سے مراد ایسے اعمالِ صالحہ کی طرف متوجہ ہو جانا ہے جو دنیا و آخرت کی سعادت کے ضامن اور دائمی عزت و سلامتی کے کفیل ہوتے ہیں۔

۴- شیاطین کو بیڑیاں پہنانے سے مراد یہ ہے کہ اس ماہ میں اللہ کی طرف سے خیر کی توفیق اور اس پر اعانت و تائید عام ہو جاتی ہے۔ اس کا عملی مشاہدہ صالحین کی حیات و معمولات میں نمایاں طور سے دیکھنے کو ملتا ہے۔

۵- اس ماہ کی آخری شب میں تمام روزہ داروں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ دوسری روایت میں تمام اُمتِ محمدیہؐ کی مغفرت کا تذکرہ وارد ہوا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ اس مہینے کی آخری رات میں اُمت محمدیہؐ کی مغفرت فرماتا ہے''۔ (اخبار مکۃ، الفاکہیؒ، ۱۵۷۵، سنن بیہقی، ۱۱۸۷)۔ دونوں احادیث کے الفاظ کی تطبیق سے مترشح ہوتا ہے کہ ماہِ رمضان میں امتِ محمدیہؐ کا مکمل وجود صائمین کے دائرے میں داخل ہوتا ہے اور یہ غیر متصور ہے کہ کوئی شخص اس ماہ میں اسلام کا دعوے دار بھی ہو اور روزہ دار نہ ہو۔

بندگانِ خدا کی عمومی مغفرت کا یہ انعامِ خداوندی تین طرح سے ہوتا ہے۔ اولاً: اللہ رب العزت نے اس ماہِ مبارک میں ایسے اعمالِ صالحہ مشروع فرمائے جو بندگانِ خدا کی مغفرت اور رفعِ درجات کا سبب بنتے ہیں۔ ثانیاً: عملِ صالح کی توفیق دینا خالصتاً اللہ رب العزت کے قبضۂ قدرت و اختیار میں ہے، جس کی نوازش بذاتِ خود ایک بڑا احسان ہے۔ ثالثاً: نیک عمل پر کثیر اجر سے نوازنا، بایں طور کہ ایک نیکی ۱۰ سے لے کر ۷۰۰ گنا یا اس سے بھی زیادہ شمار کی جائے، صرف اور صرف فضلِ رحمٰن و رحیم ہے۔

۶- جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنّم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو پابجولاں کر دیا جاتا ہے''۔ (بخاری، ۱۸۹۹، مسلم، ۱۰۷۹)

۷- ایمان، اخلاص اور بہ نیتِ اجر و ثواب روزے رکھنے پر اللہ تعالیٰ سابقہ گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ آپؐ کا ارشاد ہے: ''جس نے رمضان کے روزے ایمان اور اجر و ثواب کی نیت سے رکھے تو اس کے گذشتہ گناہ بخش دیے گئے''۔ (بخاری، ۱۹۰۱، مسلم، ۱۷۵)

۸- ایمان، اخلاص اور بہ نیتِ اجر و ثواب عبادت و قیامِ لیل کرنے پر اللہ تعالیٰ سابقہ گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ آپؐ کا ارشاد ہے: ''جس نے رمضان میں ایمان اور اجر و ثواب کی نیت سے عبادت و قیامِ لیل کیا تو اس کے گذشتہ گناہ بخش دیے گئے''۔ (بخاری، ۳۷، مسلم، ۱۷۴)

۹- اس ماہ میں وہ رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو لَيْلَةِ الْقَدْرِ (القدر ۹۷:۱) یا لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (الدخان ۴۴:۳) کے نام سے موسوم کی گئی۔ شبِ قدر کی فضیلت کی تفصیل میں ایک مکمل سورت نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ اس رات کا حصول اور اس میں عملِ صالح کی توفیق پالینا بڑی سعادت کی بات ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے: ''جس نے شبِ قدر میں ایمان اور اجر و ثواب کی نیت سے عبادت و قیامِ لیل کیا تو اس کے گذشتہ گناہ بخش دیے گئے''۔ (بخاری، ۱۹۰۱، مسلم، ۱۷۵)

۱۰- رمضان میں صدقہ کرنا افضل ترین ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ کہتے ہیں: ''اللہ کے رسولؐ لوگوں میں سب سے زیادہ فیاض تھے۔ اور آپؐ کی سخاوت اس وقت اپنے نقطۂ عروج پر ہوتی جب آپؐ رمضان میں حضرت جبریلؑ سے ملاقات فرماتے تھے۔ آپ کا رمضان میں معمول ہوتا تھا کہ آپؐ روزانہ جبریلؑ کے ساتھ قرآن کا دور فرماتے۔ ان ایام میں آپؐ کی جود و سخاوت، بارش لانے والی ہواؤں کو مات دیتی تھی'' (بخاری، ۶، مسلم، ۵۰)۔ دوسری روایت میں ہے کہ ''اس دوران آپؐ سے کچھ بھی مانگا جاتا، آپؐ انکار نہ فرماتے''۔ (مسند احمد، ج۱، ص ۲۳۱)

۱۱- اس ماہ میں ایک عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: ''رمضان کا عمرہ، حج کے برابر ہے''۔ (بخاری، ۱۷۸۲)۔ دوسری روایت میں اسے حج کے مانند بتایا گیا ہے جو خود آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں ادا کیا گیا ہو۔ (ابوداؤد، ۱۹۹۰)

صومِ رمضان کی خصوصیات و امتیازات

۱- اللہ تعالیٰ نے روزوں کو تمام سابقہ امتوں پر فرض رکھا ہے۔ ارشادِ باری ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (البقرہ

۲:۱۸۳) ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کر دیے گئے، جس طرح تم سے پہلے کے انبیاؑ کے پیروؤں پر فرض کیے گئے تھے۔ اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی“۔

یہاں تین چیزیں قابلِ غور ہیں:

ا- آیت میں ایمان والوں کو مخاطب کیا گیا ہے جو اعزاز و تکریم کی بات ہے، لیکن ساتھ ساتھ اس طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ ایمان کی صفت سے متصف ہونے کا لازمی تقاضا ہے کہ دیے گئے حکم کو خوش دلی سے قبول کیا جائے اور حتی الامکان اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی جائے۔

ب- ”روزہ سابقہ تمام امتوں پر بھی فرض تھا“ بتانے سے اہلِ ایمان کی دل داری اور ان کو ترغیب دینا مقصود ہے۔ مشہور مفسر حضرت عبدالرحمٰن سعدیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”اس جملے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ روزہ اُن دینی اوامر میں سے ہے جو ابتداے آفرینش سے ہی خلقِ خدا کی اصلاح و تربیت کے لیے ناگزیر رہے ہیں۔ نیز اس کے ذریعے اُمتِ مسلمہ میں دیگر امتوں کے بالمقابل نیک کاموں میں جذبۂ مسابقت کو اُبھارا گیا ہے۔ مزید اس بات کا اشارہ ہے کہ فریضۂ صیام کی مشقت مخصوص تم پر ہی نہیں ڈالی گئی ہے“۔ (تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنانّ، ص ۲۲۰)

ج- روزے کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔ تقویٰ ایک جامع کلمہ ہے جس کے معنی لحاظ کرنے کے ہیں۔ اس کے مفہوم میں طاعات کی انجام دہی، منہیات سے اجتناب، نفسانی خواہشات پر قابو اور شبہات سے بچنا شامل ہے۔ مختصر الفاظ میں، اللہ کے اوامر و نواہی کا لحاظ کرتے ہوئے مطلق خیر کا حصول تقویٰ کی روح ہے۔

۲- روزہ گناہوں کے کفارے اور کوتاہیوں کی مغفرت کا کارگر وسیلہ ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ”پانچوں نمازیں، جمعہ (کی نماز) دوسرے جمعہ تک اور رمضان دوسرے رمضان تک درمیان میں (واقع ہونے والے گناہوں) کا کفارہ کرتے ہیں بشرطیکہ کبائر سے اجتناب کیا جائے“ (مسلم، ۵۷۴)۔ مزید آپؐ کا ارشاد ہے: ”جس نے رمضان کے روزے ایمان اور اجر و ثواب کی نیت سے رکھے تو اس کے گذشتہ گناہ بخش دیے گئے“ (بخاری، ۱۹۰۱۔ مسلم، ۱۷۵)۔ ایمان و احتساب کا مطلب ہے کہ اللہ پر ایمان رکھا جائے اور

روزوں کی فرضیت پر رضامندی کا اظہار ہو، بایں طور کہ فریضۂ صیام کو دل سے ناپسند نہ کیا جائے اور نہ اس پر موعود اجر وثواب کے تئیں ہی کسی قسم کے شک میں مبتلا ہوا جائے۔

۳- روزے کا اجر وثواب کسی مخصوص تعداد کے ساتھ مقید نہیں، بلکہ اس پر بے حد وحساب اجر کا وعدہ ہے۔ حدیثِ قدسی میں اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''آدم زاد کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزے کے، کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا''۔ روزہ ایک ڈھال ہے، جب تمھارے روزے کا دن ہو تو لازم ہے کہ تم گالم گلوچ اور شور شرابہ کرنے سے اجتناب کرو۔ اب اگر کوئی گالی دینے یا جھگڑا کرنے پر شدت سے اُکسائے تو کہہ دینا چاہیے کہ میں روزہ دار ہوں۔ قسم اس ذاتِ پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے! روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے۔ روزے دار کے لیے دو فرحتوں کا حصول طے ہے: ایک جب وہ افطار کرتا ہے تو اسے فرحت حاصل ہوتی ہے، دوسرے جب وہ اپنے رب کے حضور باریاب ہوگا تو اسے روزے کی فرحت محسوس ہوگی''۔ (بخاری، ۱۹۰۴، مسلم، ۲۷۶۰)

یہاں چند باتیں قابلِ غور ہیں:

ا- روزے کو اللہ رب العزت نے اپنی ذات سے مخصوص کارِ ثواب بتایا جو روزے کی فضیلت پر دلیل ہے، کیونکہ اسلامی عبادات میں روزہ تنہا ایسی عبادت ہے جو صرف بندے اور رب کے مابین انجام پاتی ہے اور کسی تیسرے واسطے یا وسیلے کا اس میں دخل نہیں ہوتا۔ اس اختصاص کا فائدہ بقول حضرت سفیان بن عیینہؒ یہ ہے کہ روزِ قیامت جب بندے کا محاسبہ ہوگا اور گناہوں کی پاداش میں اس کے نیک اعمال سلب ہو چکیں گے، تو بالآخر اللہ تعالیٰ روزے کا اجر اپنے ذمے لے کر سارے گناہوں کی مغفرت فرما دیں گے اور روزے ہی کے سبب بندے کو جنت میں داخلہ نصیب ہو جائے گا۔

ب- اللہ تعالیٰ نے روزے کی جزا کو اپنی ذات سے منسوب کیا ہے جو عزت وکرامت کی بات ہے۔ دیگر صالح اعمال کی جزا وثواب میں کمیت کا اعتبار کیا گیا ہے اگرچہ وہ ایک نیکی کے بدلے ۱۰ یا ۷۰۰ یا اس سے کئی گنا زیادہ کیوں نہ ہو۔ لیکن روزے اور صبر کو اس کلیے سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ صبر کی تین اقسام ہوتی ہیں: اولاً: طاعات کی ادائیگی پر صبر کرنا۔ ثانیاً: محرمات ومنہیات سے اجتناب پر صبر کرنا۔ ثالثاً: عسر ویسر، ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی اقدار پر صبر کرنا۔ روزے میں صبر کی

یہ تینوں قسمیں بہ تمام وکمال پائی جاتی ہیں۔ ارشادِ باری ہے: اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (الزمر ۳۹:۱۰) ''صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا''۔

ج- روزہ ڈھال ہے جو روزے دار کو لغویات وفواحش کے حملوں سے محفوظ و مامون رکھتی ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے: ''روزہ ڈھال ہے جس کے ذریعے سے بندہ نارِ دوزخ سے بچتا ہے''۔ (مسند احمد، ۱۵۲۹۹)

د- روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہوتی ہیں۔ پہلی طیباتِ دنیا: کھانا، پینا اور مناکحت کے مباح ہونے سے، اور دوسری روزِ محشر میں صائمین کے داخلے کے لیے مخصوص باب الریان سے جنت میں داخل ہوتے ہوئے۔ (بخاری، ۱۸۹۷، مسلم، ۲۴۱۸)

ھ- حدیث میں اشارہ ہے کہ کسی کے برانگیختہ کیے جانے پر اسے بتا دے کہ میری طرف سے جوابی ردِعمل نہ ہونا کمزوری یا خوف کی بنا پر نہیں، بلکہ صرف روزے کے احترام و وقار کی وجہ سے ہے۔ ارشادِ باری ہے: وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ○ وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ○ (حم السجدہ ۴۱:۳۴-۳۵) ''اور نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمھارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔ یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر ان لوگوں کو جو بڑے نصیبے والے ہیں''۔

۴- روزہ قیامت کے دن روزے داروں کی شفاعت کرے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کے لیے سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اس بندے کو غذا اور خواہشاتِ نفس سے دور رکھا تھا، تو آپ اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمایئے۔ قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات میں سونے سے باز رکھا تھا، تو آپ اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا: تب ان دونوں کی شفاعت مان لی جائے گی''۔ (مسند احمد، ۶۶۲۶، مستدرک حاکم، ۲۰۳۶)

روزے کی حکمتیں

۱- روزے کی اولین واعلیٰ ترین حکمت یہ ہے کہ بندہ اس عبادت کے ذریعے اپنے ایمان کی سچائی، عبودیت کا کمال اور محبتِ الٰہی کی پاسداری کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے۔ حقیقتِ واقعہ بھی یہی ہے کہ حکمِ الٰہی کے تحت جائز طیبات سے منہ موڑ لینا اور جن چیزوں کی محبت فطرتِ انسانی میں پیوستہ رکھی گئی ہے ان کو بھی درخورِ اعتنا نہ سمجھنا، بندگی کی معراج اور کمالِ عبودیت ہے۔

۲- تقویٰ کا حصول بھی روزے کی مشروعیت کا اہم سبب ہے۔ ارشادِ باری ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (البقرہ ۲:۱۸۳) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کردیے گئے، جس طرح تم سے پہلے کے انبیاؑ کے پیروؤں پر فرض کیے گئے تھے۔ اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی''۔ روزے کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔ تقویٰ ایک جامع کلمہ ہے جس کے معنی لحاظ کرنے کے ہیں۔ اس کے مفہوم میں طاعات کی انجام دہی، منہیات سے اجتناب، نفسانی خواہشات پر قابو اور شبہات سے بچنا شامل ہے۔ مختصراً، اللہ کے اوامر و نواہی کا لحاظ کرتے ہوئے مطلق خیر کا حصول تقویٰ کی روح ہے۔ اسی لیے روزے دار کو تلقین کی گئی ہے کہ کسی بھی ردِعمل سے پہلے سوچ لے کہ وہ روزے دار ہے۔

۳- روزے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے قلبِ انسانی کا رجحان ذکرِ الٰہی اور آیاتِ باری تعالیٰ میں تفکر و تدبر کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ''آدم زاد نے سب سے بُرا جو برتن بھرا، وہ اس کا پیٹ ہے۔ ابنِ آدم کے لیے چند ایسے چھوٹے لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھ سکیں۔ اور اگر ناگزیر ہی ہے تو پھر (پیٹ کا) تہائی حصہ کھانے کے لیے ہو اور تہائی حصہ پینے کے لیے اور تہائی حصہ سانس لینے کے لیے'' (مسند احمد، ۱۷۲۲۵، ابن ماجہ، ۳۳۴۹)۔ مشہور تابعی حضرت ابوسلیمان دارائیؒ فرماتے ہیں: ''نفس اگر بھوک پیاس میں مبتلا ہو تو دل میں رقت و خشیت پیدا ہوجاتی ہے، اور اگر شکم سیری و آسودگی ہوجائے تو قلبی بصیرت جاتی رہتی ہے۔''

۴- روزے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس حکمِ شرعی کی بجا آوری کے نتیجے میں اللہ کے دولت مند بندوں کو مال کی نعمت کا کماحقہ احساس و ادراک ہوتا ہے، جس کی وجہ سے دلوں میں

شکر و سپاس کا داعیہ پیدا ہوجاتا ہے۔ ساتھ ہی اہلِ ثروت و غنا کو اپنے مفلس و تنگ دست دینی بھائیوں کی زبوں حالی کس مپرسی سے بھی آگاہی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اس ماہِ مبارک میں بالخصوص مسلم معاشرے کا عمومی مزاج ہمدردی و غم گساری کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اللہ کے رسولؐ کی جود و سخاوت اس ماہ میں ابر بردار ہواؤں کو مات دیتی تھی۔

۵- روزے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس فریضۂ خداوندی کی تعمیل کے نتیجے میں انسان کو نفس پر کامل ضبط اور بے مہار خواہشات و جذبات پر قابو حاصل ہوجاتا ہے۔ جہاں حال یہ ہو کہ نفس امارہ مسلسل برائی پر اکسا رہا ہے اور شیطان کا عمل دخل انسانی شریانوں میں خون کی مانند جاری وساری ہے (بخاری، ۲۰۳۸، مسلم، ۸۵۰۷)، اگر خوش نصیبی اور فضلِ خداوندی سے کچھ ایام کی بھوک پیاس کے بدلے میں ایسا وسیلہ ہاتھ آجائے جس کی بدولت نفسِ امارہ اور شیطانِ لعین کو مغلوب کیا جاسکتا ہے، تو یہ سودا کسی طور پر بھی گھاٹے کا سودا نہیں ہوسکتا۔

۶- روزے کی حکمتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے سے نفسِ انسانی کا کبر و غرور پاش پاش ہوجاتا ہے اور اس کی جگہ اعترافِ حق اور تواضع جیسی صفاتِ حمیدہ لے لیتی ہیں۔ دراصل روزہ جن چیزوں (اکل، شرب، مناکحت) سے امتناع کا نام ہے، اگر غور کیا جائے تو عام انسانی تگ و دو اور جہد و جستجو کا مطمح و مقصود انھی چیزوں کا حصول ہوتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ کوشش و کاوش کے بعد ان کی حصولیابی نفسِ انسانی میں ایک قسم کی تعلّی و استکبار پیدا کر دیتی ہے، جو بڑھتے بڑھتے بسا اوقات عصیان و سرکشی کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ روزے کا اصل وظیفہ یہی ہے کہ وہ نفسِ انسانی سے مباح طیبات کی محبت کو بھی کم یا ختم کردیتا ہے۔

۷- روزے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس پر مداومت کی وجہ سے بھوک پیاس کے باعث انسانی جسم میں خون کی شریانیں سکڑ کر تنگ ہوجاتی ہیں جس کے نتیجے میں جسمِ انسانی میں شیطان کا عمل دخل کمزور ہوجاتا ہے۔ صحیحین میں اللہ کے رسولؐ سے مروی ہے کہ شیطان انسان کے اندر خون کے بہاؤ کی مانند موجود رہتا ہے (بخاری، ۲۰۳۸، مسلم، ۸۵۰۷)۔ چنانچہ روزے کی وجہ سے شیطانی وساوس اور شہوات و غضب کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ کے رسولؐ نے مناسب عمر میں مختلف مالی و خانگی اعذار کے باعث شادی نہ کرسکنے والے نوجوانوں کو روزے کا

التزام کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے: ''اے گروہِ نوجوانان! تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اسے شادی کر لینی چاہیے کیونکہ شادی کی وجہ سے نگاہیں نیچی اور شرمگاہیں محفوظ ہوجاتی ہیں۔ البتہ جو شادی کی استطاعت نہیں رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ روزوں کا التزام کرے کیونکہ روزہ شہوتِ نکاح کو کاٹ دیتا ہے''۔(بخاری، ۵۰۶۵، مسلم، ۳۴۶۴)

۸- روزے کی حکمتوں میں سے وہ طبی فوائد اور صحت وتندرستی سے متعلق منفعتیں بھی ہیں جو ضمناً فریضۂ صوم کی ادایگی کی وجہ سے حاصل ہوجاتی ہیں۔ غذا کی مقدار کو حدِ اعتدال پر لانا، معدے کی قوتِ ہاضمہ کو ایک متعینہ مدت کے لیے آرام دینا، بعض مضرت رساں فضلات اور نقصان دہ رطوبتوں کو جسم میں سرایت ہونے سے روک دینا وغیرہ، اسی حکمت کے ضمن میں آتے ہیں۔

روزے کے واجب آداب

● **نمازوں کی باجماعت ادایگی کا اہتمام:** رمضان میں پنج وقتہ فرض نمازوں کو ان کے ارکان و شرائط اور واجبات و مستحبات کے ساتھ عام مساجد میں باجماعت ادا کرنے کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔ روزے کا اہم ترین مقصد تقویٰ کا اولین اظہار بھی نمازوں کی پابندی ومحافظت میں پنہاں ہے۔ نمازوں کو ضائع کرنا یا باجماعت نماز کی ادایگی میں لاپروائی برتنا تقویٰ کے منافی اور موجبِ عقوبت ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے: فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ۝ (مریم ۱۹:۵۹-۶۰) ''پھر ان کے بعد وہ ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کی، پس قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں۔ البتہ جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عملی اختیار کرلیں وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہوگی''۔

علاوہ ازیں نمازِ خوف (النساء ۴: ۱۰۲) کی مشروعیت خود اس امر پر دال ہے کہ سخت سے سخت حالات میں بھی نماز باجماعت کا اہتمام ختم نہیں کیا جاسکتا۔ عہدِ صحابہؓ میں جماعت کی نماز کے ترک کو منافقت کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں: ''ہماری رائے تھی کہ جماعت سے اختلاف وہی منافق کرسکتا ہے جس کا نفاق مشہور ومعروف ہو''۔(مسلم، ۱۵۲۰)

● **قولی وفعلی محرمات سے کامل اجتناب:** روزے کے تعلّق سے درج ذیل محرمات پر سخت نکیر وارد ہوئی ہے:

● **کذب بیانی و دروغ گوئی:** رسولؐ اللہ کا ارشادِ گرامی ہے: ''جو شخص جھوٹ بولنے، اس کو پھیلانے اور جہالت کی باتوں کو ترک نہیں کرتا تو (وہ جان لے کہ) اللہ رب العزت کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ (اُس کی خاطر) اپنے کھانے پینے کو ترک کرے''۔ (بخاری، ۱۹۰۳)

● **غیبت:** غیبت کا مطلب ہے کسی کی غیر موجودگی میں اس کا اس انداز میں تذکرہ کیا جائے کہ اگر اسے معلوم ہو تو ناگوار گزرے۔ یہ ناپسندیدہ تبصرہ خواہ جسمانی عیوب پر کیا جائے، مثلاً اندھا، بہرا، یک چشم وغیرہ کہا جائے یا اخلاقی ومعنوی عیوب پر کیا جائے، مثلاً احمق، فاسق، پاگل وغیرہ کہا جائے، غیبت شمار ہوگا۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ ذکر کردہ عیب زیرِ بحث شخص میں پایا ہی جائے۔ اللہ کے رسولؐ سے غیبت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ''غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا تذکرہ اس طرح کرو کہ وہ اسے ناپسند کرے۔ آپؐ سے کہا گیا کہ اگر وہ بات فی الواقع اس شخص میں موجود ہو؟ آپؐ نے فرمایا: یہ غیبت تب ہی ہے، جب کہ تمھارا قول اس کے بارے میں سچّا ہو، بصورتِ دیگر تم نے اس پر بہتان باندھنے کا گناہ کیا ہے'' (مسلم، ۶۷۵۸)۔ قرآن کریم میں اس گناہ پر جس انداز میں نکیر کی گئی ہے وہ اپنے آپ میں سلیم الفطرت نفوس کے لیے درسِ عبرت وموعظت کا حامل ہے۔ ارشادِ باری ہے: وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ ط وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ o (الحجرات ۴۹:۱۲) ''اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمھارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مَرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو، اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے''۔

● **چغل خوری:** عربی میں نمیمہ کا مطلب ہے شخص 'الف' نے شخص 'ب' کے بارے میں جو تبصرہ کیا تھا کوئی سُننے والا جا کر اُسے شخص 'ب' کے گوش گزار کردے۔ یہ مکروہ عمل کبیرہ گناہوں میں سے ہے کیونکہ یہ چیز افراد ومعاشرے میں فساد پھیلانے کے مترادف اور تفریق بین المسلمین کا سبب بنتی ہے۔ ارشادِ باری ہے: وَلَا تُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ مَّھِیْنٍ o ھَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِیْمٍ (القلم،

۶۸:۱۰-۱۱)''ہرگز نہ دبو کسی ایسے شخص سے جو بہت قسمیں کھانے والا بے وقعت آدمی ہے، طعنے دیتا ہے، چغلیاں کھاتا پھرتا ہے۔'' اللہ کے رسولؐ کا ارشادِ گرامی ہے: ''چغلیاں لگانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا''۔(بخاری،۶۰۵۶، مسلم،۳۰۳)

● **دھوکا دہی کرنا:** روزے دار کو چاہیے کہ اپنے جملہ تجارتی واخلاقی معاملات میں دھوکا دہی جیسے کبیرہ گناہ سے مکمل طور پر گریز کرے۔ غش یا دھوکا دہی کا وجود تجارتی امور، مثلاً بیع وشراء، اجارہ وصناعت اور رہن ومداینت میں بھی ہوتا ہے اور انفرادی واجتماعی امور میں پیش کیے جانے والے مشوروں اور ہدایات ونصائح میں بھی۔ اس کبیرہ گناہ کے عام ہونے سے معاشرے میں باہمی تعاون واعتماد کی فضا ختم ہوجاتی ہے اور بندگانِ خدا کے رزق سے برکتیں اٹھالی جاتی ہیں۔ اس مذموم طریقے سے حاصل کی ہوئی کوئی بھی کمائی حرام اور رحمتِ ربانی سے دور کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ اللہ کے رسولؐ کا ارشادِ گرامی ہے: ''جو شخص بھی غش وفریب دہی کرے، اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں''۔(مسلم،۲۹۵)

● **آلاتِ لہو و لعب سے شغل کرنا:** موسیقی کے جملہ وسائل وآلات بذاتِ خود تو حرام ہیں ہی، لیکن ان کی حرمت اس وقت اور سنگینی ونحوست اختیار کرلیتی ہے جب ان کے ساتھ ہیجان انگیز وخوشنما آوازوں کے نغمات کو بھی شامل کرلیا جائے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَن يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (لقمٰن ۶:۳۱)''اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلامِ دلفریب خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھٹکا دے اور اس راستے کی دعوت کو مذاق میں اُڑا دے۔ ایسے لوگوں کے لیے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے''۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ اور عکرمہؒ، سعید بن جبیرؒ، مجاہدؒ، حسن بصریؒ وغیرہ اعلام صحابہؓ وتابعین نے آیتِ بالا میں مذکور ''لہوالحدیث'' سے مراد غناوموسیقی ہی کو لیا ہے (ابنِ کثیر، ج۶، ص۳۳۰-۳۳۱)۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ''میری امت میں ایسے لوگ رونما ہوں گے جو زنا، ریشمی لباس، شراب نوشی اور آلاتِ غنا کو حلال کرلیں گے''(بخاری، ۵۵۹۰)۔ آج ہمارے معاشرے کی صورت حال یہی ہوگئی ہے۔

غنا و موسیقی کا وہ طوفانِ بدتمیزی ہر آن و ہر جہت جاری ہے کہ خاصے اہلِ علم حضرات بھی اس کی حرمت وشناعت سے واقفیت کے باوجود اس سے متاثر نظر آتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

روزے کے مستحب آداب

۱- رات کے آخری پہر سحری کھانا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں میں حدِ فاصل سحری تناول کرنا ہے''۔(مسلم،۲۶۰۴، نسائی،۲۱۶۶)۔آپ نے سحری میں کھجور تناول کرنے کی تعریف کی ہے اور فرمایا ہے: ''مومن کی بہترین سحری کھجور ہے''۔(ابوداؤد،۲۳۴۷)۔سحری کی برکت کے حصول کی خاطر سحری ضرور کھائی جائے اگرچہ مقدار بے حد کم ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''سحری برکت ہی برکت ہے، لہٰذا اسے ترک نہ کرو اگرچہ پانی کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ پیا جائے۔ دراصل اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ سحری کھانے والوں پر سلام ودرود بھیجتے ہیں''(مسند احمد،۱۱۱۰۱)۔ سحری کھانے میں حکمِ رسولؐ کی اتباع کا جذبہ رکھنا چاہیے نہ کہ روزے کے لیے حصولِ قوت وطاقت کا۔سحری کھانے میں حتی الامکان تاخیر کرنی چاہیے۔سحری اس وقت تک کھائی جاسکتی ہے جب تک کہ طلوعِ فجر کا براہِ راست اُفق میں مشاہدہ ہو جائے یا کسی قابلِ اعتماد وسیلہ، مثلاً اذان یا سائرن وغیرہ سے اعلان ہو جائے۔سحری کے بعد دل میں روزے کی نیت کر لینی چاہیے، زبان سے روزے کی نیت کرنا شریعت میں ثابت نہیں۔

۲- افطار میں جلدی کرنا: غروبِ آفتاب کا علم براہِ راست مشاہدے سے یا کسی قابلِ اعتماد ذریعے (اذان، اعلان) سے حاصل ہوسکتا ہے۔ حدیثِ قدسی میں اللہ رب العزت فرماتا ہے: ''میرے محبوب ترین بندے وہ ہیں جو افطار میں جلدی کریں''(مسند احمد،۷۲۴۰، ترمذی، ۷۰۰)۔ افطار میں سنت یہ ہے کہ تازہ کھجوریں استعمال کی جائیں، وہ میسر نہ ہوں تو سوکھی کھجوریں استعمال کی جائیں، اور اگر وہ بھی دستیاب نہ ہوں تو پانی سے روزہ افطار کیا جائے'' (مسند احمد،۱۲۶۹۸،ابوداؤد،۲۳۵۸، ترمذی:۶۹۶)۔اگر مذکورہ بالا چیزیں نہ مل سکیں تو کسی بھی حلال قابلِ اکل شے سے روزہ افطار کیا جاسکتا ہے۔

۳-افطار کے وقت دعا کا اہتمام: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''روزے دار کی دعا افطار کے وقت رد نہیں کی جاتی'' (ابن ماجہ، ۱۷۵۳)۔ روزے دار کو چاہیے کہ افطار کے وقت اپنے لیے، اہلِ خانہ کے لیے اور تمام امتِ مسلمہ کے لیے زیادہ سے زیادہ دعاؤں کا اہتمام کرے۔

۴- **کثرت سے تلاوتِ قرآن، اذکارِ مسنونہ اور خیرات کا اہتمام**: اس ماہ میں کثرت سے تلاوتِ قرآن، مسنون اذکار و اوراد، ماثور دعاؤں، مسنون نمازوں اور خیرات وصدقات کا اہتمام کرنا چاہیے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں: ''اللہ کے رسولؐ نے پوچھا: تم میں سے آج کون روزے دار ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں اے اللہ کے رسولؐ۔ آپؐ نے پھر پوچھا: تم میں سے کون آج کسی جنازے کے ساتھ چلا؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں نے ایسا کیا ہے۔ آپؐ نے پوچھا: تم میں سے آج کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابوبکرؓ نے پھر فرمایا: میں نے ایسا کیا ہے۔ آپؐ نے پوچھا: تم میں سے کسی نے آج کسی مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں نے ایسا کیا ہے اے اللہ کے رسولؐ۔ آپؐ نے فرمایا: یہ صفات کسی انسان میں جمع نہیں ہوتیں مگر اسی لیے کہ وہ جنت میں داخل ہوجائے'' (مسلم، ۲۴۲۱)۔ واضح رہے کہ روزے دار کی دعا رد نہیں ہوتی۔ (ابن ماجہ، ۱۷۵۲)

۵- **روزے کی توفیق ملنے پر شکر گزاری**: روزے کی ادایگی کی توفیق پانے پر اللہ رب العزت کے احسانات و انعامات کا استحضار کرنا اور اس کے نتیجے میں شکرگزاری و کسرنفسی کا اظہار و اقرار کرنا چاہیے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: ''میں نے (خواب میں) اپنی امت کے ایک فرد کو دیکھا کہ وہ مارے پیاس کے ہانپ رہا ہے اور جب بھی وہ کسی حوض کے پاس جاتا ہے اس کو روک کر کھدیڑ دیا جاتا ہے۔ تب رمضان کے روزے آتے ہیں اور اس کو پلا کر سیراب کرتے ہیں''۔ (طبرانی، ۱۲۵۶۳)

مقالہ نگار اسلامی یونی ورسٹی، مدینہ منورہ سے وابستہ ہیں

(یہ مضمون مقالے کے منتخب حصوں پر مشتمل ہے۔ مکمل مقالہ کتابچے کی صورت میں منشورات، منصورہ، لاہور سے دستیاب ہے۔ صفحات: ۴۸۔ قیمت: ۱۸ روپے، سیکڑے پر رعایت)

رمضان المبارک کے تحفے

البدر کی کتب خود پڑھیے۔ تحفہ دیجیے

2012

نام کتاب		قیمت	رعایتی قیمت	فی سینکڑہ
عرب بہار	6 کتابچے	61	41	4100
پیغام رمضان	8 کتابچے	74	49	4900
بہار رمضان	5 کتابچے	43	29	2900
اسلامی زندگی سیریز	8 کتابچے	90	60	6000

نام کتاب	قیمت	رعایتی قیمت
روزے کے احکام	8	5.36
روزے کا دین میں مقام	8	5.36
صبر اور نماز	8	5.36
نماز میں خشوع	10	6.7
سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات	10	6.7
دعا قرآن اور حدیث کی روشنی میں	17	11.39

نیکیوں کا موسم بہار	7	4.7
کتاب زندگی	8	5.36
مطالعہ قرآن کیوں اور کس طرح	7	4.70
زکوٰۃ کے مسائل	12	8
لیلۃ القدر اور اعتکاف	5	3.35

رمضان المبارک ملی وحدت و یک جہتی کا مہینہ	7	4.70
اخلاص نیت	15	10
عید یا وعید	7	4.70

نام کتاب	قیمت	رعایتی قیمت
ماہ صیام کا استقبال	5	3.35
قرآن کو سمجھ کر پڑھیے	7	4.70
آداب تلاوت	5	3.35
روزے کے مسائل	12	8
نظام دین میں زکوٰۃ کی اہمیت	8	5.36

۱۔ مسلمان کا تعلق اپنے رب کے ساتھ	10	6.7
۲۔ مسلمان کا تعلق اپنے نفس کے ساتھ	12	8
۳۔ مسلمان کا تعلق اپنے والدین کے ساتھ	8	5.36
۴۔ مسلمان کا تعلق اپنی بیوی کے ساتھ	12	8
۵۔ مسلمان کا تعلق اپنی اولاد کے ساتھ	10	6.7
۶۔ مسلمان کا تعلق اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ	8	5.36
۷۔ مسلمان کا تعلق اپنے پڑوسیوں کے ساتھ	10	6.7
۸۔ مسلمان کا تعلق اپنے بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ	15	10

البدر پبلی کیشنز

23۔ راحت مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
فون: 042-37228030 - 37245030
موبائل: 0300-8485030 ای میل: [illegible]@hotmail.com

رمضان المبارک رعایتی سکیم

2012

نام کتاب	مصنف	قیمت	رعایتی قیمت
کتاب الصوم	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	180/- روپے	99/- روپے
فضائل قرآن	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	120/- روپے	66/- روپے
کتاب الجنائز	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	60/- روپے	33/- روپے
گلدستہ حدیث	مولانا محمد یوسف اصلاحی	50/- روپے	28/- روپے
شعور حیات (تین حصے)	مولانا محمد یوسف اصلاحی	420/- روپے	230/- روپے
شمع حرم	مولانا محمد یوسف اصلاحی	140/- روپے	77/- روپے
عورت اور اسلام	سید جلال الدین عمری	80/- روپے	44/- روپے
عورت قرآن کی نظر میں	شمیمہ محسن	90/- روپے	50/- روپے
قرآن کریم ایک مسلسل معجزہ	پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری	110/- روپے	60/- روپے
اربعین امام نوویؒ	مولانا امیر الدین مہر	180/- روپے	99/- روپے
اسلامی زندگی	ڈاکٹر محمد علی ہاشمی	325/- روپے	179/- روپے
سیرت عائشہؓ	مائل خیرآبادی	140/- روپے	77/- روپے
سیرت فاطمہؓ	طالب ہاشمی	300/- روپے	165/- روپے
تذکار صالحات	طالب ہاشمی	300/- روپے	165/- روپے
سو شہدائی	طالب ہاشمی	500/- روپے	275/- روپے
سیرت طیبہ رحمت دارین ﷺ	طالب ہاشمی	700/- روپے	385/- روپے
اسلامی نظام (ایک فریضہ ایک ضرورت)	یوسف القرضاوی	200/- روپے	110/- روپے
فتاویٰ	یوسف القرضاوی	300/- روپے	77/- روپے
سلامتی کی راہ	یوسف القرضاوی	140/- روپے	110/- روپے
ایمان اور اخلاق	پروفیسر عبدالمجید صدیقی	200/- روپے	165/- روپے
جدید جاہلیت	محمد قطب	250/- روپے	138/- روپے
حسن البناء شہیدؒ (تین حصے)	(مترجم محمد حنیف)	270/- روپے	149/- روپے
خاصان خدا کی نماز	ابو محمد امام الدین	80/- روپے	44/- روپے
خاصان خدا کا خوف آخرت (دو حصے)	ابو محمد امام الدین	160/- روپے	88/- روپے

رمضان کی برکات

درسِ مشکوٰۃ سے انتخاب

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر رمضان کا مبارک مہینہ آیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تم پر روزے فرض کیے ہیں۔ اس میں آسمان (یعنی جنت) کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین باندھ دیے جاتے ہیں۔ اس میں اللہ کی طرف سے ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے جو اس رات کی بھلائی سے محروم رہا وہ بس محروم ہی رہ گیا۔ (احمد، نسائی)

یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خطبات میں سے ہے جو آپؐ رمضان المبارک کی آمد کے موقع پر صحابہ کرامؓ کو اس مبارک مہینے کی اہمیّت اور برکات سے آگاہ فرمانے کے لیے دیا کرتے تھے۔ اس میں آپؐ نے پہلی بات یہ بتائی کہ رمضان بڑی ہی برکت والا مہینہ ہے اور اس کے روزے امت پر فرض کیے گئے ہیں۔

● **برکت کا مفہوم:** برکت کے اصل معنی ہیں افزایش کے۔ رمضان کے مہینے کو مبارک مہینہ اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کے اندر بھلائیاں نشوونما پاتی ہیں اور نیکیوں کو افزونی نصیب ہوتی ہے۔ اس کے برعکس برائیاں بڑھنے کے بجاے سکڑتی چلی جاتی ہیں اور ان کی ترقی رک جاتی ہے۔ (کتاب الصوم، ص ۴۳)

ماہِ رمضان کے بزرگ یا بابرکت ہونے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ اس کے دنوں، گھنٹوں یا منٹوں میں فی نفسہٖ کوئی ایسی برکت شامل ہے جو لوگوں کو خود بخود حاصل ہو جاتی ہے، بلکہ اس کا مطلب

یہ ہے کہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ تمھارے لیے ایسے مواقع پیدا کر دیتا ہے جن کی بدولت تم اس کی بے حدوحساب برکات سے فائدہ اُٹھا سکتے ہو۔ اس مہینے میں ایک آدمی اللہ تعالیٰ کی جتنی زیادہ عبادت کرے گا اور نیکیوں کے جتنے زیادہ کام کرے گا، وہ سب اس کے لیے زیادہ سے زیادہ روحانی ترقی کا وسیلہ بنیں گے۔ اس لیے اس مہینے کے بزرگ اور بابرکت ہونے کا مطلب درحقیقت یہ ہے کہ اس کے اندر تمھارے لیے برکتیں سمیٹنے کے بے شمار مواقع فراہم کردیے گئے ہیں۔ (ایضاً، ص ۵۲)

● **رمضان میں فیاضی:** حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ جب رمضان آتا تھا تو آپؐ ہر اسیر کو رہا کر دیتے تھے اور ہر سائل کو کچھ نہ کچھ دیتے تھے۔ (بیہقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت، رحم دلی، نرمی، عطا، بخشش اور فیاضی کا جو حال عام دنوں میں تھا وہ تو تھا ہی، کہ یہ چیزیں آپؐ کے اخلاقِ کریمانہ کا حصّہ تھیں، لیکن رمضان المبارک میں خاص طور پر ان میں اضافہ ہوجاتا تھا۔ اس زمانے میں چونکہ آپؐ معمول سے کہیں زیادہ گہرائی سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے اور اللہ کے ساتھ آپؐ کی محبت میں شدت آجاتی تھی، اس لیے آپؐ کی نیکیاں بھی عام دنوں کی بہ نسبت کہیں زیادہ بڑھ جاتی تھیں۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عام دنوں میں فرض ادا کرنے کا جو ثواب ملتا ہے، وہ رمضان میں نفل ادا کرنے پر ملتا ہے۔ اس لیے آپؐ رمضان کے زمانے میں بہت کثرت سے نیکیاں کرتے تھے۔ یہاں حضورؐ کے عمل میں دو چیزیں مثال کے طور پر بیان کی گئی ہیں۔ اسیروں کو رہا کرنا اور مانگنے والوں کو دینا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کے بارے میں کہ آپؐ رمضان میں ہر قیدی کو رہا کردیتے تھے، محدثین کے درمیان بحثیں پیدا ہوئی ہیں۔ مثلاً ایک سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جرم کی پاداش میں قید ہے تو اس کو محض رمضان کے مہینے کی وجہ سے رہا کر دینا یا سزا نہ دینا کس طرح انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہوسکتا ہے؟ اس بنا پر اس قول کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ بعض محدثین کے نزدیک اس سے مراد جنگی قیدی ہیں۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہوسکتے ہیں جو اپنے ذمے کا قرض ادا نہ کرسکنے کی وجہ سے ماخوذ ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف سے ان کا قرض ادا کر کے ان کو آزاد کردیتے تھے۔ اس

طرح کی بعض دوسری توجیہات بھی اس قول کی کی گئی ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو اس کی ایک اور شکل بھی ہوسکتی ہے، مثلاً آج کل کے زمانے میں ایک طریقہ پیرول (parole) پر رہا کرنے کا ہے، یعنی قیدی کو قول لے کر رہا کر دینا۔ قیدی کو اس اُمید پر رہا کر دیا جاتا ہے کہ وہ رہائی کی مدت ختم ہونے کے بعد خود واپس آجائے گا۔ وہ معاشرہ ایسا تھا کہ اس میں اس بات کا اندیشہ نہیں تھا کہ جس قیدی کو رہا کیا جا رہا ہے، وہ یہ خیال کر کے کہ اب مجھے کون پکڑتا ہے، کسی ایسی جگہ فرار ہو جائے گا، جہاں سے اس کو پکڑنا ممکن نہ رہے گا۔ وہ تو ایسے لوگ تھے کہ اگر ان سے کوئی قصور سرزد ہو جاتا تھا تو خود آکر اس کا اعتراف کرتے تھے تاکہ ان کو سزا دے کر پاک کر دیا جائے۔ اس لیے ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ عمل کی یہ شکل رہی ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کو، جن کی سزا معاف نہ ہوسکتی تھی، رمضان کے زمانے میں مشروط طور رہا کر دیتے ہوں تاکہ وہ رمضان کا مبارک زمانہ اپنے گھروں پر گزاریں۔ واللہ اعلم بالصواب (ایضاً،ص ۶۰-۶۱)

● **روزہ اور قرآن**: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کرتے ہیں۔ روزہ کہتا ہے کہ اے رب! میں نے اس کو دن بھر کھانے (پینے) اور شہوات سے روکے رکھا، تو میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما، اور قرآن کہتا ہے کہ (اے رب!) میں نے اسے رات کو سونے سے روکے رکھا، تو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما، پس دونوں کی شفاعت قبول فرمالی جائے گی۔ (بیہقی)

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ روزہ اور قرآن کوئی جان دار ہیں، جو کھڑے ہوکر یہ بات کہتے ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک روزہ دار کا روزہ رکھنا اور قرآن پڑھنے والے کا قرآن پڑھنا دراصل خود اپنے اندر ایک شفاعت رکھتا ہے۔ جب روزہ دار اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے کہ اس بندے نے روزہ رکھا تو اس پیشی کے ساتھ ساتھ روزے کی یہ شفاعت بھی موجود ہوتی ہے کہ یہ بندہ آپ کی خاطر دن بھر بھوکا پیاسا رہا۔ یہ چھپ کر کھا پی سکتا تھا اور دوسری خواہشات بھی پوری کرسکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس بندے نے چونکہ آپ کی خاطر دن بھر بھوک پیاس برداشت کی ہے اور اپنی دوسری خواہشات پر بھی پابندیاں عائد کیے رکھی ہیں، اس لیے اس کے قصور معاف فرما دیجیے۔ اسی طرح ایک شخص رات کو جو قرآن مجید پڑھتا ہے، جب وہ قرآن اللہ کے

حضور پیش کیا جاتا ہے کہ آج اس بندے نے اتنا قرآن پڑھا ہے تو قرآن کا وہ پیش کیا جانا ہی خود اپنے اندر ایک شفاعت رکھتا ہے، اور وہ شفاعت یہ ہے کہ اس بندے نے دن بھر کے روزے سے تھکا ماندہ ہونے کے باوجود آپ کی رضاجوئی کی خاطر رات کو (نماز میں) کھڑے ہوکر قرآن پڑھا، اس لیے اس کے گناہ معاف کردیے جائیں۔

ظاہر بات ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز مومنین صالحین کی شفاعت فرمائیں گے، اسی طرح خود آدمی کے اعمال بھی اس کے حق میں شفیع ہوتے ہیں۔ آدمی کے اعمال خدا کے حضور یہ شفاعت کرتے ہیں کہ یہ آدمی یہ یہ نیکیاں کرکے آیا ہے، اس لیے اسے بخش دیجیے اور اس سے درگزر فرمایئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے حق میں روزے اور قرآنِ مجید کی یہ شفاعتیں قبول فرمالیتا ہے''۔ (ایضاً، ص ۴۵-۴۶)

● **دوزخ سے رہائی**: نبی کریمؐ نے فرمایا: ''اور یہ وہ مہینہ ہے جس کے آغاز میں رحمت ہے، وسط میں مغفرت ہے اور آخر میں دوزخ سے رہائی ہے'' (البیھقی)۔ گویا ادھر اس مبارک مہینے کی آمد پر آپ روزہ رکھنا شروع کرتے ہیں ادھر اللہ کی رحمت آپ پر سایہ فگن ہوجاتی ہے۔ پھر رمضان کے وسط تک پہنچتے پہنچتے اللہ تعالیٰ آپ کے قصوروں سے درگزر فرمالیتا ہے اور آپ کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ اس طرح جب آپ رمضان کے آخر تک پہنچتے ہیں تو ادھر آپ آخری روزہ رکھتے ہیں، ادھر آپ کو دوزخ کے خطرے سے آزادی حاصل ہوجاتی ہے۔

اس آزادی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب آخری روزے کی وجہ سے آپ کو دوزخ سے آزادی حاصل ہوگئی تو اب آپ آزاد ہیں کہ جو جی چاہے کرتے پھریں، اب آپ پر کوئی گرفت نہیں ہوگی۔ ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ بعض لوگ رمضان کے ختم ہوتے ہی وہ سب پابندیاں توڑ ڈالتے ہیں جو اس مبارک مہینے میں انھوں نے اپنے اُوپر عائد کر رکھی ہوتی ہیں۔ بس رمضان ختم ہوا اور وہ عین عید کے دن (یعنی شوال کی پہلی ہی تاریخ کو) سینما دیکھنے چلے گئے اور پھر اس سے آگے بڑھ کر ناچ گانے کا شوق بھی کرلیا۔ پھر کہیں بیٹھ کر کچھ تھوڑا بہت جوا وغیرہ بھی کھیل لیا۔ یہ سب کچھ اگر ایک شخص نے کرڈالا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ادھر وہ دوزخ کے خطرے سے آزاد ہوا اور اِدھر اس نے پھر اس میں کودنے کی تیاریاں شروع کردیں۔ ظاہر بات ہے کہ کوئی بھلا آدمی، جس کے دل میں ایمان کی کچھ روشنی اور خوفِ خدا کی کوئی رمق موجود ہو یہ کھیل نہیں کھیل سکتا۔ (ایضاً، ص ۵۸-۵۹)

انفاق کے ثمرات کا مشاہدہ

سمیہ رمضان/ ترجمہ: گل زادہ شیر پاؤ

ہماری ملاقات ایک بنک میں ہوئی۔ یہ ایک مصروف بنک ہے جس میں ہمیشہ ہجوم رہتا ہے۔ میری نگاہوں کو ایک خاتون نے اپنی طرف متوجہ کیا جو ۵۰ سال سے زیادہ عمر کی تھیں۔ ان کے ہونٹ تسبیحات کے ساتھ آہستہ آہستہ حرکت کر رہے تھے۔ اللہ کے بندوں کی یہ تسبیحات مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ اس طرح کے لوگوں پر نظر پڑتی ہے تو میری سوچ بہت دُور چلی جاتی ہے۔ اُس بلند مقام کی طرف جہاں اللہ کے فرشتے اس کے عرش کے گرد تسبیحات میں مصروف ہوتے ہیں۔ وہ اس خالق احد کی تسبیحات کرتے رہتے ہیں جو ساری چیزوں کو عدم سے وجود میں لایا۔

میں نے اس خاتون کو دیکھا تو ہمارے درمیان مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا۔ میں چاہ رہی تھی کہ ان سے تعارف ہو اس لیے کہ میں اور وہ دونوں اللہ سے محبت کے رشتے میں شریک تھیں۔ ان خاتون کا کام مکمل ہوا تو وہ سلام کرتے ہوئے چل پڑیں۔ میں نے مخلصانہ دلی دعاؤں سے ان کو الوداع کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو استقامت عطا فرمائے۔ پھر میں اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔

● **بھلائی کا زریں موقع:** کافی دیر بعد جب میں اپنا کام ختم کر کے باہر نکلی تو میں نے دیکھا کہ وہ ابھی تک کسی سواری کی تلاش میں ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر ان سے پوچھا کہ ان کو کہاں جانا ہے اور پھر کسی تردد کے بغیر ان کو پیش کش کی کہ میں انھیں گھر چھوڑ آؤں۔ اس لیے کہ جن لوگوں کی زبان پر ہر وقت ذکر و تسبیح ہو، ان کے ساتھ چند لمحات گزارنے کا موقع ضائع نہیں کیا جاسکتا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی جب انھوں نے آمادگی کا اظہار کیا۔

ہماری مہمان کہنے لگیں کہ اللہ کا شکر ہے کہ وہ ہم پر اپنا فضل کرتا رہتا ہے جس کا ہمیں علم نہیں ہوتا اور شاید احساس بھی نہیں۔ آج اللہ نے مجھے اپنی اس رحمت سے نوازا ہے کہ اس نے

آپ کے دل میں رحم ڈال دیا۔ ایک مرتبہ پہلے بھی میرے ساتھ ایسا ہی ہوا کہ اللہ نے ایک ٹیکسی ڈرائیور کے دل میں میرے لیے رحم پیدا فرمایا۔ میں نے ان کی طرف تفصیل طلب نگاہوں سے دیکھا تو وہ کہنے لگیں: میں شرم الشیخ میں تھی۔ ہمارا ایک رشتے دار بیمار پڑ گیا۔ میں اور میرے میاں ان کی عیادت کے لیے جارہے تھے۔ ہم ایک ٹیکسی میں بیٹھے۔ ہسپتال کے قریب پہنچ کر مجھے یاد آیا کہ میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ میں نے اپنے میاں سے کہا کہ پہلے کسی قریبی مسجد میں جاکر نماز پڑھ لیتے ہیں۔ میرے میاں کو اس بات کی پریشانی تھی کہ ڈرائیور ہمارا انتظار نہیں کرے گا۔

اب ہم ہسپتال کے قریب پہنچ چکے تھے اور میں نماز پڑھنے پر اصرار کر رہی تھی۔ ڈرائیور نے پوچھا: کیا آپ مسجد میں نماز پڑھنا چاہتی ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں ضرور آپ لوگوں کو مسجد لے جاؤں گا، مگر اضافی کرایہ نہیں لوں گا، تاکہ میں بھی آپ کے ساتھ ثواب میں شریک ہو جاؤں۔ جب اس نے یہ بات کہی تو میں نے دل میں ارادہ کیا کہ اس کے نیک جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو زیادہ کرایہ دوں گی۔ لیکن جب ہم نے اس کو اضافی کرایہ دینا چاہا تو اس نے صاف انکار کیا اور میرے میاں سے کہا کہ مجھے ثواب سے محروم نہ کریں۔

● **بھلائی کا بدلہ**: مجھے ڈرائیور کے اس فعل پر رنج ہوا۔ بہرحال نماز پڑھنے کے بعد عطیات کے صندوق پر نظر پڑی۔ میں نے بلا تامل وہ پیسے جو میں نے ڈرائیور کو اضافی طور پر دینے کا ارادہ کیا تھا عطیات کے صندوق میں ڈال دیے۔ اس دوران میں اپنے پروردگار سے، جو بہت پیار کرنے والا ہے، یہ سرگوشی کر رہی تھی: اے میرے پروردگار! اس شخص نے مجھ پر مہربانی کی اور تجھ سے اجر کا طالب ہوا۔ میں جو پیسے اس صندوق میں ڈال رہی ہوں وہ اس نیت سے ڈال رہی ہوں کہ اس نے میرے ساتھ جو انسانی شفقت کی ہے، تیری ذات پاک ہے اور تو جس کو چاہے، کئی کئی گنا بڑھا کر دیتا ہے، اس رقم کو اس کے لیے کئی گنا بڑھا دے اور اس پر اپنے فضل کی بارش کر دے۔

اس طرح میں نے وہ رقم ڈرائیور کے لیے صندوق میں ڈال دی۔ پھر ہم مریض کی عیادت کے لیے گئے۔ وہاں بہت سے لوگ مریض کو دیکھنے کے لیے آئے تھے۔ میں نے سب کو یہ واقعہ سنایا۔ ان میں سے ایک خاتون نے میرے ساتھ سرگوشی کی کہ میری والدہ بیمار ہے اور میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ میں اس کے لیے ضروری چیزیں ساتھ لے جاسکوں۔ لیکن اب تم نے بتایا کہ

اللہ تعالیٰ نے ایک ڈرائیور کے لیے تمھارے دل میں ڈال دیا کہ اس کے لیے صدقہ کروں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈرائیور کے اس ثواب کو کئی گنا بڑھا دے گا اور وہ ایسے وقت میں اس کے کام آئے گا جب وہ اس کا بہت محتاج ہوگا۔ اس کو معلوم بھی نہیں ہوگا کہ اس کے لیے کسی نے یہ صدقہ کیا ہے۔ اس لیے میں اب اپنی والدہ کے پاس جاؤں گی۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اسی طرح جذبۂ خیر سے نوازے جیسا کہ ڈرائیور کو نواز رکھا تھا اور اس نے ایک مسلمان خاتون کے ساتھ بروقت نماز کی ادایگی میں تعاون کیا اور اس پر نہ مزدوری لی اور نہ احسان کا طلب گار ہوا۔ امید ہے کہ میں اپنی والدہ کو دیکھنے کے لیے جو خرچ کروں گی وہ ایسا ہی خرچ ہوگا جیسا آپ نے اس ڈرائیور کے لیے کیا ہے۔ چنانچہ اس سے میرے اور میری اولاد کے رزق میں اضافہ ہوگا۔ اس خاتون نے میرا شکریہ ادا کیا اور بہت زور دے کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے لیے ایک پیغام کے ساتھ بھیجا ہے۔ اللہ کی شان دیکھیں کہ اللہ کی طرف سے اس چھپے اشارے کو وہ معزز خاتون سمجھ گئیں۔ یہ سب کچھ اللہ رازق و وہاب کی طرف سے ایک نعمت نہیں تو اور کیا ہے، اور یہ بھی رزق کی ایک شکل ہے۔

جب میرے ساتھ گاڑی میں سوار اس خاتون نے اپنا واقعہ سنایا تو اسی لمحے میرے ذہن میں وہ تمام نعمتیں اور وہ ساری چیزیں آگئیں جن کی ہم گنتی بھی نہیں کر سکتے، بلکہ جن کی حدود بھی معلوم نہیں کر سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فضل و احسان ہے۔ میں نے اس خاتون کے ساتھ احسان کرنا چاہا تو میرے رب نے مجھ پر یہ کرم کیا کہ ایسے افکار و خیالات سے نوازا اور مجھ پر اس رزق کی فراوانی کی جو دُور دُور تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ رزق خالق کی پہچان کا ذریعہ ہے۔ یہ ہمیں اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ ہم یہ جانیں کہ پروردگار اپنے بندوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ میں نے خوشی سے سرشار ہوکر اس خاتون سے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ بھی احسان فرمایا ہے کہ آپ نے ان واقعات کو آپس میں اس طرح جوڑ دیا ہے کہ ان کی ایک اچھی تصویر بن گئی ہے۔ اللہ نے آپ کو فطرتِ سلیمہ سے نوازا ہے۔ وہ کہنے لگیں کہ: یہ سب اللہ ہی کا فضل ہے۔ آئیں تھوڑا سا اللہ کی نعمتوں کو بیان کریں، تاکہ اس کا شکر ادا ہو سکے۔ اس طرح کے چند واقعات پر نظر ڈالیے:

● **قرض حسنہ**: میرے پاس کچھ سرمایہ تھا۔ مجھے یہ پسند نہ تھا کہ میں اس کو کسی سودی بنک میں جمع کروادوں۔ چنانچہ میں نے اس کو ایک اسلامی بنک میں جمع کروا دیا۔ کچھ عرصے بعد

مَیں اپنا اکاؤنٹ چیک کرنے گئی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس سرمایے میں حیران کن حد تک اضافہ ہوا ہے۔ میں نے اپنے دل میں اللہ کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے دل ہی دل میں کہا: اے نفس! یہ ایک معمولی منافع ہے، جب کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ نفع حاصل کروں۔ کیسا رہے گا اگر میں اس نفع کو اللہ کے پاس بطورِ قرضِ حسنہ رکھ دوں۔ لیکن یہ میرے لیے کہاں اور کیسے ممکن ہوگا؟ مجھے یاد آیا کہ ایک یورپی ملک میں کچھ مسلمان اپنے بچوں کے لیے ایک اسلامی مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں اور انھوں نے مسلمانوں سے قرض حسنہ کا مطالبہ کیا ہے تاکہ وہ سود کی ہلاکت میں نہ پڑیں۔ اس پر ایک لمحہ ضائع کیے بغیر میں نے اپنا سارا سرمایہ بنک سے نکلوالیا۔ پھر میں نے مذکورہ منصوبے پر کام کرنے والے لوگوں سے رابطہ کیا اور اپنا سرمایہ ان کے سپرد کر دیا۔

میں یہی سوچ رہی تھی کہ یہ سرمایہ میں نے محض اللہ کی رضا کے لیے بطورِ قرض ان کو دے دیا ہے۔ اس سے میرا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ اس میں مزید اضافہ ہوجائے، یا میرا سرمایہ ضائع ہوجائے۔ مجھے اللہ کی مہربانی سے پورا یقین تھا کہ وہ میرے اس قرض کو قبول فرمائے گا۔ میرے ذہن میں یہ بالکل نہیں تھا کہ میرا یہ مال ضائع ہوجائے گا۔ یہ کیسے ضائع ہوسکتا تھا، جب کہ میں نے اس کو اللہ کے ہاتھ قرض دیا تھا۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً (البقرہ ۲:۲۴۵) ”کون ہے جو اللہ کو قرض دینا چاہے اور اللہ اس کو کئی گنا بڑھا دے“۔

اللہ کی شان دیکھیں کہ مقررہ عرصے کے بعد انھوں نے مجھے میرا پورا سرمایہ واپس لوٹا دیا۔ حیرت کی بات یہ ہوئی کہ انھوں نے مجھ سے قرض ڈالر کی صورت میں لیا تھا اور ڈالر کی صورت میں ہی لوٹا دیا جس کی قیمت اس عرصے میں کئی گنا بڑھ چکی تھی۔ پھر اللہ نے مجھے ایک اچھے علاقے میں ایک پلاٹ سے نوازا۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی، نہ میں نے کبھی اس کی خواہش کی تھی، کیوں کہ مجھے معلوم تھا کہ اس کے لیے جس بڑے سرمایے کی ضرورت ہے وہ میرے بس کی بات نہیں۔ اللہ کو قرضِ حسنہ دینے کے بعد جب اس نے مجھے قرض لوٹایا تو میں وہ پلاٹ خریدنے کے قابل ہوگئی۔

● **عاجزانہ سجدہ**: اس خاتون کے یہ ایمان افروز واقعات سن کر میں خیالات کی دنیا میں گم ہوگئی۔ اے اللہ! تو اس شخص کو کبھی مایوس نہیں کرتا جو تجھ پر بھروسا کرے اور تیرے بارے میں اچھا گمان رکھے۔ اب میں گاڑی میں موجودگی اور زمان ومکان کے دائرے سے نکل کر صرف اپنے

پروردگار کے وجود کو محسوس کر رہی تھی۔ میرے جسم کا ہر ذرہ اس کی عظمت کے سامنے سربسجود تھا۔ تعجب یہ ہے کہ میں اپنی جگہ جم کر بیٹھی ہوئی تھی لیکن عاجزانہ سجدے میں بھی گری ہوئی تھی۔

جب اس خاتون نے بات ختم کی اور میں نے اردگرد پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ ہم نے ابھی زیادہ سفر طے نہیں کیا اور ابھی ہمارے سامنے بہت راستہ باقی ہے۔ میں چاہ رہی تھی کہ اس سے کچھ مزید سنوں تاکہ دل خوش ہوئے اور اپنے پروردگار کا قرب نصیب ہو۔ اس طرح کے سچّے واقعات میں اللہ کی قدرت نمایاں ہوکر سامنے آجاتی ہے۔ اس طرح کے مواقع پر یہ بات پورے یقین کے ساتھ ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کا حکم ہر چیز پر چلتا ہے اور کوئی اس میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔

میں خیالات کی دنیا سے سے اس وقت واپس لوٹی جب اس نے کہا: اللہ کی قسم، میری بہن! اگر میں آپ کو اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ بیان کروں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ ہماری یہ ملاقات ایک اتفاقی واقعہ ہے۔ ایک ایسی کائنات میں، جس کا کوئی خالق ہو، یہ بات درست نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ کچھ مزید تفصیل آپ کے سامنے رکھوں۔ اس نے لوگوں کی طرف دیکھا جو راستے میں اِدھر اُدھر جا رہے تھے اور کہنے لگی: سبحان اللہ! ان لوگوں میں سے ہر ایک شخص کا ایک قصہ ہے جو بزبانِ حال کہہ رہا ہے کہ اے اللہ! تو یکتا ہے۔

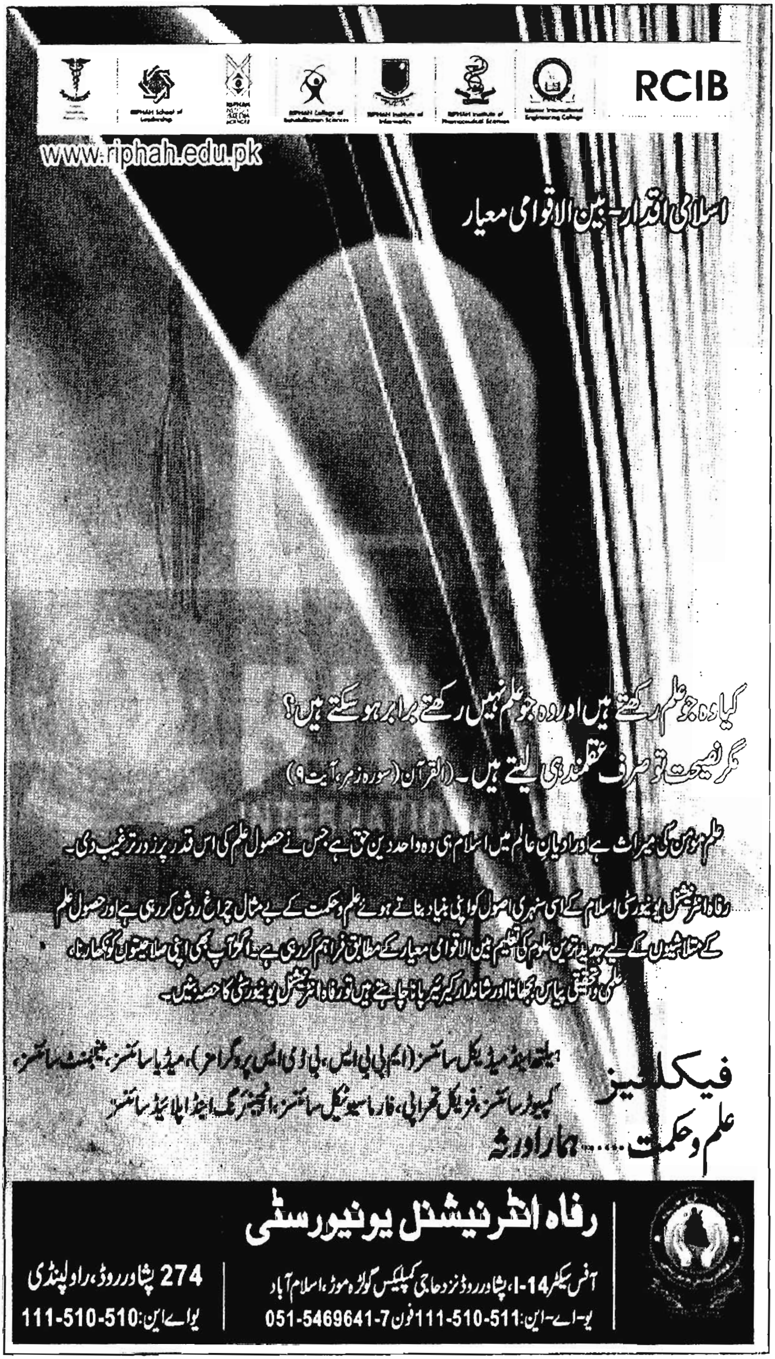
● **حج کے بجائے صدقہ:** پیاری بہن! کیا آپ کو معلوم ہے کہ ایک سال میں نے حج کا ارادہ کیا، حالانکہ اس سے ایک سال پہلے میں حج کر چکی تھی۔ میں قاہرہ سے نشر ہونے والی قرآنی نشریات سن رہی تھی۔ اس دوران ایک عالم نے بتایا کہ جس نے ایک مرتبہ حج کیا ہو اور اس کے پاس مال ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ کسی محتاج کی مدد کرے، کسی بیمار کا علاج کروائے، کسی نوجوان کی شادی میں اس کی مدد کرے، کسی مقروض کا قرض اُتارنے میں تعاون کرے تاکہ وہ قرض کی مصیبت سے چھٹکارا پاکر اپنے بچوں کا پیٹ پال سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس وقت میں نے یہ بات سنی تو میں نے سوچا کہ یہ تو عجیب معاملہ ہے۔ کیا حج کے ثواب کے برابر کوئی اور ثواب ہوسکتا ہے؟ اس عالم کی باتیں میرے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ پھر میں نے نماز میں اپنے رب سے سرگوشی کی: اے میرے پروردگار! اگر اس سے تیری رضا حاصل ہوتی ہے تو اس کام کو میرے لیے آسان فرما، کیوں کہ میں تو ایک اجنبی ملک میں ہوں، مجھے نہیں معلوم کہ محتاج کون ہے۔

حج پر جانے سے پہلے میرے میاں کی بہن ہمیں ملنے آئیں۔ میرے شوہر مصر کے رہنے والے ہیں۔ ان کی بہن نے ایک بات بتائی جو مجھے بہت عجیب لگی۔ ان کے گھر کے چوکیدار کی بیٹی انتہائی خوب صورت ہے۔ جب سے اس کے والد کا انتقال ہوا ہے، بہت سے نوجوان اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے اس کے گھر کے باہر کھڑے رہتے ہیں۔ میں نے کہا: کیا اس کا کوئی بھائی نہیں جو اس کی حفاظت کر سکے؟ اس نے بتایا کہ وہ اپنے ماں باپ کی بڑی بیٹی ہے۔ میں نے کہا: تو اس کی ماں کسی سے اس کی شادی کیوں نہیں کرتی۔ اس طرح بچی کی عزت بھی محفوظ ہو جائے گی اور ان کو ایک محافظ بھی مل جائے گا۔ وہ کہنے لگی: شادی کیسے کریں؟ وہ بے چارے اتنے غریب ہیں کہ بمشکل دو وقت کا کھانا میسر آتا ہے۔

میں نے بلا تامل کہہ دیا کہ اس کی شادی کے سارے اخراجات میں برداشت کروں گی۔ میں اسی وقت اٹھی اور ہم نے حج کے سفر کے لیے جو پیسے رکھے تھے وہ سب اس کے ہاتھ پر رکھ دیے۔ یہ گویا میرے رب کی طرف سے میری سرگوشی کا جواب تھا، فوری جواب۔ اس پروردگار کی طرف سے جو انتہائی مہربان ہے، جو سنتا اور دیکھتا ہے، جو کرم فرماتا اور آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ اس بچی کی شادی ہوگئی۔ اس کی ماں کے گھر میں کوئی بستر تک نہیں تھا۔ اب ان کے پاس اتنا کچھ ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان سر اُٹھا کر زندگی گزار سکتے ہیں۔

میں نے محسوس کیا کہ اس خاتون کے احساسات کتنے اچھے ہیں، اسے اپنے پروردگار پر کس قدر توکل ہے۔ مجھے حیرت ہوئی کہ اس کی زندگی کا ایک عرصہ اس حالت میں گزرا کہ اس کا اپنے رب سے کوئی تعلّق نہیں تھا، یہاں تک کہ وہ نماز بھی نہ پڑھتی تھی۔ لیکن جب اس نے اپنے رب کو پہچان لیا تو ایسے پہچانا کہ اسے سعادت اور سرور نصیب ہوا، اور اللہ نے اس پر ایسا احسان کیا کہ اس کے لیے راستے کی ساری منزلیں آسان ہوئیں اور اسے ایمان و یقین کی دولت میسر آئی۔

حقیقت یہ ہے کہ ہدایت اور سیدھا راستہ اللہ کا عظیم احسان ہے جو اسی کو نصیب ہوتا ہے جسے اللہ دینا چاہے۔ ہم اللہ سے یہی سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی ہدایت نصیب فرمائے۔ مجھے اس خاتون کی باتوں سے بہت خوشی ہوئی۔ میں چاہتی تھی کہ کاش! راستہ کچھ اور لمبا ہوتا اور میں مزید اس طرح کی ایمان افروز باتیں سنتی جو نادر ہوتی جارہی ہیں۔ (ماخوذ: المجتمع، شمارہ ۱۹۹۲، ۹مارچ ۲۰۱۲ء)


RCIB
www.riphah.edu.pk
اسلامی اقدار۔ بین الاقوامی معیار
کیا وہ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں؟
مگر نصیحت تو صرف عقلمند ہی لیتے ہیں۔ (القرآن (سورہ زمر، آیت ۹)
علم مومن کی میراث ہے اور ادیانِ عالم میں اسلام ہی وہ واحد دین حق ہے جس نے حصول علم کی اس قدر پر زور ترغیب دی۔
رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام کے اسی سنہری اصول کو اپنی بنیاد بناتے ہوئے علم و حکمت کے بے مثال چراغ روشن کر رہی ہے اور حصول علم کے متلاشیوں کے لیے جدید ترین علوم کی تعلیم بین الاقوامی معیار کے مطابق فراہم کر رہی ہے۔ اگر آپ بھی اپنی صلاحیتوں کو نکھارنا، علمی و تحقیقی پیاس بجھانا اور شاندار کیریئر پانا چاہتے ہیں تو رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی کا حصہ بنیں۔
فیکلٹیز
ہیلتھ اینڈ میڈیکل سائنسز (ایم بی بی ایس، بی ڈی ایس پروگرامز)، میڈیا سائنسز، مینجمنٹ سائنسز، کمپیوٹر سائنسز، فزیکل تھراپی، فارماسیوٹیکل سائنسز، انجینئرنگ اینڈ اپلائیڈ سائنسز
علم و حکمت...... ہمارا ورثہ
رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی
آفس سیکٹر I-14، پشاور روڈ نزد حاجی کمپلیکس گولڑہ موڑ، اسلام آباد
یو۔اے۔این: 111-510-511 فون 7-051-5469641
274 پشاور روڈ، راولپنڈی
یو اے این: 111-510-510


راس الحکمۃ مخافۃ اللہ
WISE
WOMEN'S INTERNATIONAL SCHOOL OF EXCELLENCE
فیڈرل بورڈ اسلام آباد سے الحاق شدہ
خواتین کی تعلیم وتربیت کا معیاری رہائشی ادارہ
وائز سکول اینڈ کالج
برائے خواتین
مکمل اسلامی ماحول کے ساتھ
معیاری ہاسٹل
5 کنال پر مشتمل کشادہ اور وسیع کیمپس
جدید ترین سائنس وکمپیوٹر لیب
جسمانی تربیت اور کھیلوں کے لیے Indoor گراؤنڈ
قرآن مجید "مکمل" ترجمہ وتفسیر کے ساتھ
مستحق مگر ذہین طالبات کے لیے خصوصی سکالرشپ
انگلش/عربی لینگویج، خطاطی، پینٹنگ اور سلائی کڑھائی کے خصوصی کورسز
ADMISSIONS
OPEN
1st Year F.A, F.Sc, I.Cs
3rd Year B.A
M.A. English
زیر نگرانی
حافظ تنویر احمد
ڈائریکٹر
WISE
School
&
College
(Bhara Kahu)
Islamabad
Tel: 051-2303663, 2303940
E-mail: wiseisb@yahoo.com
Website: wise.org.pk
WISE School & College

ہمارا میڈیا: غلامانہ ذہنیت اور بے حیائی

انصار عباسی

قوموں کے عروج وزوال میں ثقافت کا بڑا کلیدی کردار ہے۔ اقبال نے ایک ناقابلِ انکار تاریخی حقیقت کو ان الفاظ میں ادا کیا تھا ؎

میں تجھ کو بتاتا ہوں، تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

آج پاکستانی معاشرہ ثقافتی انتشار اور اخلاقی انحطاط کے گرداب میں پھنسا ہوا ہے۔ بگاڑ کی قوتیں جری سے جری تر ہوتی جارہی ہیں اور سرکاری اور غیر سرکاری، ملکی اور بین الاقوامی ادارے بگاڑ کو بڑھانے کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں قوم میڈیا، علما اور زندگی کے ہر شعبے کی قیادت کو جھنجھوڑنے اور غفلت اور لاپروائی کا رویہ ترک کر کے پوری ذمہ داری کے ساتھ معاشرتی فساد اور بگاڑ کو روکنے اور خیر وصلاح اور تعلیم و تلقین کے بہترین ذرائع کو استعمال کر کے ملک و ملّت کو گرداب سے نکالنے اور حقیقی تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ مشہور صحافی اور تجزیہ نگار جناب انصار عباسی نے اس سلسلے میں بڑے دردبھرے انداز میں ان حقائق پر توجہ مرکوز کی ہے جو بگاڑ کو فروغ دینے کا باعث ہیں اور اصلاحِ احوال کے لیے دکھی دل سے قوم کو بیدار کرنے کا فرض انجام دیا ہے۔ ان کے یہ مضامین روزنامہ جنگ میں شائع ہوئے ہیں جسے ہم ان کے اور جنگ کے شکریے کے ساتھ یک جا پیش کررہے ہیں۔ (مدیر)

بلاسوچے سمجھے، میڈیا 'میراثی کلچر' کا اس قدر بڑا حمایتی بن گیا کہ جنوری ۲۰۱۲ء میں تعلیمی اداروں میں قابلِ اعتراض کنسرٹس (گانے بجانے کے پروگرام) پر پابندی کے متعلّق پنجاب اسمبلی میں قرارداد کی منظوری کو اس انداز میں آڑے ہاتھوں لیا، جیسے کہ کوئی بہت بڑا ظلم ہوگیا ہو۔ قرارداد (ق) لیگ کی سیمل کامران نے پیش کی۔ (ن) لیگ اور پیپلز پارٹی کے اراکین نے بھی اس کی

حمایت کی، مگر اس قرارداد کے منظور ہوتے ہی ٹی وی چینلوں نے ایک شور برپا کردیا، اور 'قابلِ اعتراض کنسرٹس' کی پابندی کو 'غیر قانونی' اور لوگوں بالخصوص نوجوانوں کے 'حقوق' کے خلاف گردانا۔ آناً فاناً میڈیا کی تنقید نے ایک مہم کا روپ اختیار کرلیا اور ہر سنائی جانے والی آواز پنجاب اسمبلی کے اس اقدام کو کوسنے لگی۔ نہ کسی نے قرارداد کو پڑھا نہ 'قابلِ اعتراض' کے الفاظ پر غور کیا، البتہ سب ایک ہی بولی بول رہے تھے: ''یہ بڑا ظلم ہوگیا''۔

گانے والے ایک ایک کر کے اپنا تجزیہ دے رہے تھے۔ میڈیا سرکس نے ایک ایسی ہیجان کی کیفیت پیدا کی کہ خود مسلم لیگ (ن) کی صوبائی حکومت پنجاب نے اس قرارداد سے لاتعلقی کا اظہار کردیا، جب کہ پیپلزپارٹی نے نئی قرارداد لانے کا اعلان کردیا۔ قرارداد کو پیش کرنے والی خاتون محترمہ سیمل کامران کو لینے کے دینے پڑ گئے، جب کہ کچھ علما حضرات نے میوزیکل کنسرٹس کے بارے میں ایسے بیان داغ دیے کہ ان کو سن اور پڑھ کر ہاتھ فوراً کانوں کی طرف اُٹھ گئے۔ چند گھنٹوں کی یہ جنگ 'میراثی کلچر' کے حامی جیت گئے۔ سچ گم ہوکر رہ گیا اور حقیقت چھپ گئی۔

جس معاشرے میں سوال اس بات پر اُٹھانا چاہیے کہ: 'موسیقی کی ایک اسلامی معاشرے میں کس حد تک اجازت ہے؟' وہاں اعتراض اس بات پر کردیا گیا کہ: 'قابلِ اعتراض کنسرٹس پر پابندی کی قرارداد کیوں پیش کی گئی؟ مسلم لیگ (ن) کی حکومتِ پنجاب کی طرف سے اس قرارداد سے لاتعلقی حیران کن تھی، تو عمران خان کی طرف سے اس قرارداد کے خلاف بات کرنا اُس سوچ کا مکمل تضاد ہے، جس کا انھوں نے اپنی کتاب میں پرچار کیا۔ ایک اُردو اخبار نے ایک ٹی وی چینل کو دیے گئے انٹرویوز کا حوالہ دیتے ہوئے ایک 'معروف عالم دین' سے کچھ اس طرح کا بیان منسوب کیا: ''مفتی صاحب کا فرمانا تھا کہ پنجاب اسمبلی نے اگر مطلقاً میوزک پر پابندی لگائی ہے کہ طلبہ میوزیکل کنسرٹس نہیں دیکھ سکتے تو یہ غلط ہے۔ اسلام میں موسیقی حرام [ہونے کا حکم] واضح نہیں۔ عہد رسولؐ میں صحابہ میوزک کا اہتمام کرتے رہے۔ حضرت عائشہؓ کو دکھاتے رہے۔ مسجد میں میوزک کا اہتمام کیا جاتا رہا ہے۔

'مفتی صاحب' کا یہ بیان (جس طرح اخبار میں شائع ہوا) کم از کم مجھ سے ہضم نہیں ہوسکا۔ معلوم نہیں کسی عالم دین اور اسلامی اسکالر نے اس بیان پر کوئی تبصرہ کیوں نہیں کیا۔ یہ کن مثالوں کی

بات کی جارہی ہے اور ان مثالوں کے زور پر کس قسم کے میوزیکل کنسرٹس کو 'جائز قرار' دینے کے فتوے دیے جارہے ہیں؟ آج کل کے گانوں اور کنسرٹس کو، تمام تر بے ہودگیوں کے ساتھ اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا حوالہ دے کر کس طرح جائز بنانے کی کوشش کی جارہی ہے؟ گانوں کے بول اور دوسرے اعتراضات اپنی جگہ، کنسرٹس میں نوجوان لڑکےلڑکیوں کا ایک ساتھ ناچنے کا ہمارے دین اور ثقافت سے کیا تعلّق؟ خدارا، دین کو اتنا سستا مت بیچو، ٹی وی چینلوں میں آنے کے شوق میں، اللہ کی بات اور رسولؐ اللہ کی سنت کو توڑ مروڑ کر مت پیش کرو۔

ترمذی کی ایک حدیث کے مطابق کئی دوسری علامات کے علاوہ جب گانے والیاں اور موسیقی کے آلات عام ہوجائیں گے تو نبیؐ کی اُمت پر عذاب نازل ہوں گے۔ ہم پر پے درپے عذاب نازل ہو رہے ہیں۔ کبھی زلزلہ تو کبھی سیلاب، کبھی طوفانی بارشیں تو کبھی ڈینگی اور جعلی ادویات کے ذریعے اموات، مگر کوئی سوچنے سمجھنے کے لیے تیار نہیں۔ غوروفکر کا ہمارے پاس وقت نہیں۔ ہم سب کچھ میڈیا کی آنکھوں سے ہی دیکھتے ہیں، اسی کی سنتے ہیں، اور جو میڈیا کہتا ہے اسی کی بولی بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہم میڈیا والے بھی پیسہ کمانے کے چکر میں سب کچھ بھول گئے۔ ہمیں کوئی احساس نہیں کہ اس میڈیا سرکس کے ذریعے عوام کو کیا دیا جارہا ہے؟ اخلاقی اقدار کو کس تیزی سے تباہ کیا جارہا ہے اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی ناراضی مول لے کر شیطانیت کو پھیلایا جارہا ہے۔ کاش! ہم میڈیا والے یہ بات سمجھ سکیں کہ آج بلاسوچے سمجھے جو کھیل ہم کھیل رہے ہیں، اس کی ہم سے آخرت میں سخت بازپُرس ہوگی۔

سوال یہ اُٹھایا جاتا ہے کہ 'بے ہودگی' اور 'قابلِ اعتراض' ہونے کا پیمانہ کون طے کرے گا؟ اگر ہم مسلمان ہیں تو واضح رہے کہ حیا ہمارے دین کا شعار اور پہچان ہے، جب کہ بے ہودگی اور بے شرمی کے کاموں کی اسلام سخت ممانعت کرتا ہے۔ اسلامی طرزِ زندگی کی حدیں بہت پہلے متعین کی جاچکیں اور ان حدوں کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اگر یہ حق عوامی نمایندوں اور اسمبلیوں کو حاصل نہیں ہے تو یہ حق میڈیا کو بھی حاصل نہیں۔ میڈیا بھی وہ جو انٹرٹینمنٹ (تفریح) کے نام پر نیم عریاں ڈانس دکھاتا ہے، بے ہودہ گانے، قابلِ اعتراض اشتہارات اور فیشن شوز کے نام پر فحاشی وعریانی کو عام کر رہا ہے۔ ہم اپنے اور اپنی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں کے لیے پسند

نہیں کرتے کہ وہ قابلِ اعتراض کنسرٹس اور عام مخلوط گانے بجانے کے پروگراموں میں شرکت کریں، یا فیشن شوز کے نام پر پھیلائی جانے والی فحاشی کا حصّہ بنیں، مگر دوسروں کی بیٹیوں اور بہنوں کو ایسے کاموں میں مشغول دکھا کر اسے خوب سراہتے ہیں۔ ہم میں سے کتنے لوگ اس بات کو پسند کریں گے کہ اُن کی بہن، بیٹا یا بیٹی فیشن شوز کے ریمپ پر سیکڑوں لوگوں کی موجودگی میں نیم عریاں لباس زیب تن کیے کیٹ واک کریں؟ کتنے لوگ اپنی بہن اور بیٹی کو ساتھ لے جا کر مخلوط کنسرٹس سنتے ہیں؟ جو کچھ ہم اپنے لیے پسند نہیں کرتے، وہ دوسروں کے لیے کیسے اچھا ہوسکتا ہے؟ ہم پاکستانیوں کے پاس تو اب ماسوائے خاندانی نظام اور بچی کھچی شرم وحیا کے علاوہ باقی کچھ بچا ہی نہیں۔ اگر یہ بھی ہم سے چھن گیا تو پھر ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔ مغرب سے مرعوب ایک محدود طبقہ ہمیں ہمارے اس فخر سے محروم کرنا چاہتا ہے، اور اس مقصد کے لیے میڈیا کو بھی استعمال کیا جارہا ہے، جس کو روکنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

شہباز شریف - میڈیا کے خوف اور اللہ کے ڈر کے درمیان حکمران

'میراثی کلچر' اور قابلِ اعتراض کنسرٹس کے فروغ کے لیے میڈیا کے کردار اور سیاسی وحکومتی ذمہ داروں کی بےفکری و بےبسی پر لکھے گئے میرے کالم پر مجھے بے پناہ عوامی ردعمل ملا۔ ایک آدھ کے سوا تقریباً ہر شخص نے اس بات کی تائید کی کہ اسلام کے نام پر بننے والے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بنیادوں کو فحاشی وعریانیت کے ذریعے تیزی سے کھوکھلا کیا جارہا ہے، جس میں میڈیا کا ایک اہم کردار ہے، جب کہ تمام تر ذمہ دار محض تماش بین کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

حکومت پنجاب کے ایک اعلیٰ افسر نے مجھے بتایا کہ کمرشل کنسرٹس کے نام پر انتہائی فحش اور بے ہودہ پروگرام پنجاب کے مختلف شہروں میں منعقد کیے جاتے ہیں، جس کی حکومت پنجاب کو مکمل اطلاع ہوتی ہے، مگر اس کے باوجود کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی جاتی، محض اس لیے کہ کہیں آرٹ اور کلچر کے نام پر ایسے حکومتی اقدام کو ہدفِ تنقید نہ بنایا جائے۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ: ''ان قابلِ اعتراض کنسرٹس میں تقریباً برہنہ (topless) خواتین 'فن کار' اپنے 'فن' کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ سینما گھروں میں بھی فلموں کے ساتھ ساتھ بے ہودہ ڈانس دکھائے جاتے ہیں اور یہ سب کچھ بلا روک ٹوک جاری ہے''۔

عوامی ردعمل کے برعکس قومی وصوبائی اسمبلیاں، وفاقی وصوبائی حکومتیں، سرکاری ادارے اور مشترکہ عوامی مسائل پر سوموٹو لینے والی اعلیٰ عدلیہ بھی اس مسئلے پر خاموش ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق اس وقت پاکستان بھر میں کیبل نیٹ ورک کے ذریعے درجنوں غیرقانونی چینل (انڈین اور دوسرے) دکھائے جارہے ہیں، جن کے ذریعے انتہائی قابلِ اعتراض فلمیں اور گانے چلائے جاتے ہیں۔ ان بے ہودہ چینلوں کو دیکھنے والوں کی تعداد بھی کافی زیادہ ہے، جب کہ 'پیمرا' (PEMRA) اور دوسرے متعلقہ اداروں کی طرف سے کوئی خاص تادیبی کارروائی نہیں کی جارہی۔ میڈیا کی ایک اہم شخصیت سے جب میں نے پاکستانی چینلوں میں انٹرٹینمنٹ اور گانے بجانے کے نام پر فحاشی وعریانی کے فروغ کی وجہ پوچھی، تو اُن کا کہنا تھا: ''انڈین اور دوسرے غیرقانونی چینلوں کے ذریعے دکھائی جانے والی بے ہودگی اور گندگی نے پاکستانی چینلوں کو بھی ایک حدتک 'کھلے ڈلے پن' کا اظہار کرنے پر مجبور کردیا ہے۔ غیرقانونی چینلوں کو بند کرکے ہی پاکستانی چینلوں کو راہِ راست پر لایا جاسکتا ہے''۔

یہ صرف حیلے بہانے ہیں، ورنہ جو غلط کام ہے وہ غلط ہی ہوتا ہے۔ غیرقانونی فحاشی کا مقابلہ قانونی چینلوں کے ذریعے دکھائی جانے والی فحاشی سے کرنے کا بھلا کیا مقصد؟ یہ بات طے ہے کہ جب تک حکومت اور متعلقہ حکومتی ادارے ('پیمرا' اور وزارتِ اطلاعات ونشریات) اپنی بنیادی ذمہ داری پوری نہیں کریں گے اور قانون کی عمل داری کو یقینی نہیں بنائیں گے، نمایش وعریانیت کا یہ سیلاب نہیں رُک سکتا۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے بچے اور نوجوان ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہوتے جارہے ہیں، جو بحیثیت قوم ہمارے لیے مکمل تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے، مگر تمام متعلقہ ادارے، حکومتیں، اسمبلیاں، عدالتیں اور میڈیا سب سو رہے ہیں۔

مثال کے طور پر پنجاب اسمبلی نے صرف ایک قرارداد پاس کی، مگر اس پر میڈیا نے ایسا دھاوابولا جیسا کہ کوئی ظلم ہوگیا۔ سب ڈر کر سہم گئے اور کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ میڈیا سے پوچھے کہ وہ کس کلچر کی وکالت اور کیسے پاکستان کا تصور پیش کررہا ہے؟ چندروز قبل وزیراعلیٰ میاں شہباز شریف سے میری بات ہوئی، تو میں نے اُن سے پوچھا: ''آپ نے کبھی سوچا کہ دوسری حکومتوں سے بہتر کارکردگی کے باوجود ڈینگی اور جعلی ادویات کے عذابوں نے اُن کی حکومت کو کیوں آن پکڑا؟'' وزیراعلیٰ کا کہنا تھا کہ: ''یہ اللہ رب العزت کی آزمایش ہوسکتی ہے''۔ میں نے عرض کیا کہ: ''اگر آپ

یہ سمجھتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے پنجاب اسمبلی کی اُس قرارداد کا مکمل طور پر صوبے بھر میں نفاذ کیوں نہیں کرتے، جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ قابلِ اعتراض کنسرٹس منعقد نہ کیے جائیں؟'' انھوں نے کہا: ''میرے لیے دعا کی جائے، میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس معاملے پر غور کروں گا''۔

بے ہودگی، عریانیت اور فحاشی جیسی بیماریوں کا قلع قمع کرنا ہر حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وزیراعلیٰ پنجاب اس معاملے میں کیا کرتے ہیں؟ آنے والے دن یہ بات طے کردیں گے کہ آیا وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہیں یا کہ میڈیا کے خوف سے اپنی اس بنیادی ذمہ داری سے پہلوتہی کریں گے، جس کو پورا کرنے کے لیے وہ دینی، قانونی اور آئینی طور پر پابند ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ میاں شہباز شریف صاحب کا مثبت قدم دوسری حکومتوں کے لیے بھی مشعلِ راہ بن جائے۔ انتظار اس بات کا بھی ہے کہ وفاقی وزارتِ اطلاعات اور 'پیمرا' کب جاگیں گے تاکہ ٹیلی ویژن چینلوں کو فحاشی و عریانیت سے پاک کیا جاسکے۔ معلوم نہیں وفاقی وزارت انفارمیشن ٹکنالوجی اور پاکستان ٹیلی کمیونی کیشن اتھارٹی کیسے اور کب، انٹرنیٹ کے مثبت استعمال کے لیے چین، سعودی عرب اور دوسرے کئی ممالک کی طرح فحش سائٹس کو بلاک کریں گے؟

کراچی سے تعلّق رکھنے والے ایک پندرہ سالہ بچے عبداللہ نے، لبرل فاشسٹوں اور بے حیائی کے کلچر کو فروغ دینے والوں کے تمام پروپیگنڈے کے باوجود حال ہی میں پی ٹی اے کو ساڑھے سات لاکھ فحش سائٹس کے انٹرنیٹ ایڈریس بھجوائے ہیں، تاکہ ان سب کو بلاک کیا جاسکے اور انٹرنیٹ کے مثبت استعمال کو یہاں فروغ دیا جاسکے۔ عبداللہ نے ۲۰۱۱ء میں چیف جسٹس افتخار محمد چودھری صاحب کو اس بارے میں ایک خط بھی لکھا تھا۔ محترم چیف جسٹس نے پی ٹی اے کو اس سلسلے میں ضروری ہدایات بھی دیں، مگر ابھی تک کوئی خاطر خواہ کارروائی سامنے نہیں آسکی۔ عبداللہ پوچھتا ہے کہ کیا کرپشن کے دوسرے معاملات کی طرح چیف جسٹس آف پاکستان اس اخلاقی، سماجی اور معاشرتی کرپشن کے خلاف بھی سخت ترین اقدام اُٹھائیں گے؟

حال ہی میں پی ٹی اے چیئرمین سے بھی میری بات ہوئی۔ اُن کا کہنا تھا کہ: وہ فحش انٹرنیٹ سائٹس کو بند کرنے کے پراجیکٹ پر کام کر رہے ہیں۔ یہ پراجیکٹ کب شروع ہوتا ہے اور کب مکمل، یہ تو وقت ہی بتائے گا، مگر آثار ابھی تک کوئی حوصلہ افزا نہیں ہیں۔ گذشتہ سال اپوزیشن لیڈر

چودھری نثار علی خان صاحب نے بھی مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ قومی اسمبلی میں فحاشی و عریانی کے خلاف نہ صرف بات کریں گے، بلکہ کچھ عملی اقدامات بھی تجویز کریں گے، تاہم ابھی تک اُن کی طرف سے کوئی عملی اقدام نہ اُٹھایا جاسکا۔

حیرانی اس بات کی ہے کہ ماضی کے برعکس اسلامی جماعتوں نے ان مسائل پر مکمل خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔ نہ کوئی احتجاج کیے جا رہے ہیں، نہ ان مسائل کو عدلیہ سمیت متعلقہ اداروں کے سامنے اُٹھایا جا رہا ہے۔ اسلامی جماعتوں پر مشتمل پاکستان دفاع کونسل کی تمام تر توجہ پاکستان کی دفاعی سرحدوں اور ناٹو سپلائی لائن پر مرکوز ہے۔ مغرب اور ہندستان کی بے رحم ثقافتی یلغار کے سامنے سب نے عوام کو بے یارومددگار چھوڑ دیا ہے۔ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کا تحفظ کون کرے گا؟ آج کل ہر گھر میں نیوز چینل کو دیکھتے ہوئے بھی ٹی وی ریموٹ کو ہاتھ میں تھامنا پڑتا ہے، کیونکہ نجانے کس وقت انٹرٹینمنٹ (تفریح) کے نام پر قابلِ اعتراض ڈانس یا کوئی دوسرا سین اسکرین پر آجائے اور وہاں موجود خاندان کے افراد کو ایک دوسرے سے نظریں چرانی پڑ جائیں۔

مارچ ۲۰۱۲ء کے دوران کراچی میں جیے سندھ قومی محاذ کے جلسے میں عالمی طاقتوں سے اپیل کی گئی کہ سندھ اور بلوچستان کو پاکستان سے آزاد کرانے میں مدد اور تعاون کریں۔ پاکستان کے خلاف اس کھلی بغاوت کی نہ صرف سندھ حکومت نے اجازت دی بلکہ مادر پدر آزاد میڈیا نے بھی پاکستان توڑنے کے اس پیغام کو پوری دنیا تک پھیلانے کا فریضہ بڑی تندہی سے ادا کیا۔ یومِ پاکستان کے روز اس سازش کا کھلے عام اظہار کیا گیا، مگر کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ اسی انداز میں امریکی کانگریس میں بلوچستان کی آزادی کے متعلّق پیش کی گئی قرارداد کے پیچھے پاکستانیوں سے بھی کوئی پوچھ گچھ نہ ہوئی۔ اگر حکومت اور دوسرے ذمہ دار، پاکستان توڑنے والوں کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں تو کم از کم آزاد میڈیا کو قومی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے۔ یہ کیسی آزادیِ صحافت ہے کہ فحاشی و عریانی کو پھیلانے کے بعد اب ملک توڑنے کی سازش کرنے والوں کی آواز کو دنیا بھر تک پھیلا دیا جائے! اللہ تعالیٰ پاکستان کو اس مادر پدر آزاد میڈیا کے شر سے بچائے۔

فحش کلچر کا فروغ اور ہماری خاموشی

میرا ارادہ تھا کہ میں انجمن غلامانِ امریکا کی طرف سے ناٹو سپلائی کے لیے پاس کی گئی

قرارداد پر کچھ لکھتا۔ مگر دی نیوز کے سینیر رپورٹر خالد مصطفیٰ کی فون کال نے مجھے اُس موضوع پر لکھنے پر مجبور کر دیا جو عمومی طور پر ہر پاکستانی کا مسئلہ ہے۔

قدرے غصّے میں خالد نے ایک خاتون کی میزبانی میں چلنے والے ایک تفریحی شو کا حوالہ دیتے ہوئے استفسار کیا کہ: ''آپ نے وہ شو دیکھا یا نہیں؟'' میں نے جواب دیا: ''کبھی اُس شو کو دیکھنے کا موقع ملا اور نہ کبھی خواہش پیدا ہوئی۔ خالد کا کہنا تھا کہ: ''میں اپنی فیملی کے ساتھ شو دیکھ رہا تھا کہ پروگرام میں شامل ایک مہمان نے کہا کہ گذشتہ پانچ سال سے میں کسی عورت کے ساتھ نہیں سویا، جب کہ اسی پروگرام میں مدعو ایک فاحشہ نے کہا کہ میں اپنے ہندستانی مرد دوست سے بغل گیر بھی ہوتی ہوں اور اُسے 'کِس' بھی کرتی ہوں جس پر مجھے شرمندگی نہیں''۔ اُس فاحشہ کا کہنا تھا کہ: ''اس میں کیا برائی ہے؟ کسی دوسرے کو اس پر کیوں تکلیف ہے؟'' خالد مصطفیٰ کا رونا تھا کہ انٹرٹینمنٹ کے نام پر میڈیا فحاشی و عریانیت کی تمام حدوں کو پھلانگ چکا ہے، مگر 'پیمرا'، حکومت، عدالت، پارلیمنٹ اور سیاسی جماعتیں سب اپنی اپنی ذمہ داری سے عاری آنکھیں بند کیے بیٹھے ہیں۔ اب تو حالات ایسے ہو چکے ہیں کہ گھر بیٹھ کر ہم پاکستانی چینلوں کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔ نہیں معلوم کب کس قسم کی بے ہودگی ٹی وی اسکرین پر چل پڑے اور دیکھنے والے خاندان کے لوگ شرمندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ آنکھیں ملانے کے بجائے کترانے کی کوشش کریں''۔ میرے اس صحافی دوست نے بتایا کہ: ''امریکا سے پاکستان منتقل ہونے والی میری ہمسائی خاتون نے بھی مجھ سے کیبل کے ذریعے فحاشی و عریانی کے فروغ پر بات کی اور بتایا: ''میں اپنے بچوں کو امریکا چھوڑ کر پاکستان اس لیے لائی تا کہ ان بچوں کو اپنی اقدار سکھائی جائیں، اور اُنھیں اُس فحش ماحول سے دُور رکھا جائے جس کا سامنا مغربی دنیا کو ہے''۔ مگر اس خاتون کا گلہ یہ ہے کہ پاکستان کا ماحول تو انتہائی ابتری کا شکار ہے اور اس میں کیبل ٹی وی نیٹ ورک کا بہت اہم کردار ہے۔

بات ختم کرنے کے بعد میں نے 'پیمرا' میں ایک افسر سے اس موضوع پر بات کی، جس نے مجھے بتایا کہ 'پیمرا' نہ صرف اس تمام صورت حال سے واقف ہے، بلکہ اس جرم میں برابر کا شریک ہے۔ پاکستانی ٹی وی چینلوں میں دکھائے جانے والے قابلِ اعتراض پروگرام، گانے، ڈانس وغیرہ کا اُس فحش مواد سے کوئی مقابلہ ہی نہیں جسے غیر قانونی طور پر پاکستان بھر میں کیبل آپریٹر

بلا روک ٹوک دکھا کر اشتہارات کے ذریعے اربوں روپے بٹورتے ہیں۔ 'پیمرا' کو خوب معلوم ہے کہ درجنوں انڈین اور دوسرے غیر قانونی چینل دکھانے کے ساتھ ساتھ کیبل نیٹ ورک کے ذریعے غیر قانونی ان ہاؤس سی ڈی چینلوں کی بھی بھرمار ہے، جو قابلِ اعتراض مواد دکھا کر خوب پیسہ بٹور رہے ہیں"۔

مجھے بتایا گیا کہ: "اس حرام کاروبار سے کمائے جانے والی رقم مبینہ طور پر 'پیمرا' کے اعلیٰ افسروں کی جیبوں تک پہنچتی ہے، جس کی وجہ سے یہ بے ہودہ کاروبار، بلا روک ٹوک جاری و ساری ہے۔ ان فحش چینلوں کا مقابلہ کرنے کے لیے قانونی طور پر چلنے والے پرائیویٹ چینل بھی بے ہودگی کے سفر پر گامزن ہیں تاکہ ان کا کاروبار تباہ نہ ہو۔ معاشرے کی تباہی اور اپنی نسلوں کی اخلاقی اقدار کو تارتار کر کے پیسہ کمانے والوں کو 'پیمرا' اور دوسرے حکومتی اداروں نے کھلی چھٹی دے رکھی ہے کہ وہ ہیرامنڈی کلچر کو ملک کے کونے کونے بلکہ ہر گھر میں پھیلا دیں۔ ماضی میں برائی چھپ کر کی جاتی تھی، مگر اب بُرائی کو نہ صرف کھلے عام پیش کیا جاتا ہے بلکہ آزاد میڈیا کے نام پر اُس کا پُر زور دفاع بھی کیا جاتا ہے۔

چند روز قبل ایک قاری نے مجھے لکھا کہ ہم صحافیوں کو اس بات کی نہ فکر ہے اور نہ احساس کہ ایک مخصوص طبقہ پاکستان کے ہر گھر میں ہیرامنڈی کلچر پھیلانے میں مصروف ہے۔ اس قاری نے مزید لکھا کہ ایک فاحشہ کو 'نام ور' کا درجہ دے کر اور طوائفوں کو رول ماڈل بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ ناچ گانے اور طوائفوں کا شوق ہمیشہ سے مخصوص علاقوں تک محدود رہا، مگر کبھی اس کو اچھی نظر سے نہ دیکھا گیا۔ آج کیبل نیٹ ورک اور میڈیا کی وجہ سے اس گندے کاروبار میں شامل افراد کو نہ صرف عزت دی جا رہی ہے بلکہ اسے غیر معمولی فروغ بھی مل رہا ہے، جس سے ہر خاندان متاثر ہو رہا ہے۔ حکومت کجا یہ کہ اس گندگی سے معاشرے کو صاف کر لے، وہ بھی ہیرامنڈی کلچر کے نمایندوں کو اعلیٰ قومی ایوارڈز سے نواز رہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے؟ ایک بہت بڑی تعداد میں پاکستانی اس صورت حال سے پریشان ہیں مگر کوئی کچھ کر نہیں رہا۔ چودھری نثار علی خان جیسے بااثر سیاست دان بھی اس پریشانی میں مبتلا ہیں، مگر وعدے کے باوجود ابھی تک کوئی عملی اقدام اُٹھانے سے قاصر ہیں۔ حال ہی میں کراچی میں پاکستان کے کچھ انتہائی محترم مفتی صاحبان سے بھی میری اس موضوع پر بات ہوئی اور میں نے ان سے درخواست کی کہ: "اس بڑھتی ہوئی سماجی بُرائی کی روک تھام کے لیے

علماے کرام کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے''۔ اسی سلسلے میں میری ملاقات پاکستان کے ممتاز قانون دان اکرم شیخ صاحب سے ہوئی، جو خود بھی اس مسئلے میں انتہائی مضطرب نظر آئے۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی انٹرنیٹ، غیرقانونی انڈین چینلوں، اِن ہاؤس سی ڈی چینلوں اور کیبل ٹی وی کے ذریعے پھیلائی جانے والی فحاشی و عریانی کے خلاف سپریم کورٹ میں ایک پٹیشن دائر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کارخیر میں اپنا حصہ ڈالنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کیا میڈیا احتساب سے بالاتر ہے؟

میرے کالم 'ہیرامنڈی کلچر کا فروغ اور ہماری ذمہ داری' پر مجھے عام قارئین کی طرف سے بہت حوصلہ افزا ردعمل ملا، جب کہ میڈیا اور کیبل نیٹ ورک سے تعلّق رکھنے والے کئی لوگ مجھ پر سیخ پا ہوگئے۔ نہ صرف پاکستان بلکہ امریکا، جرمنی، کینیڈا، برطانیہ وغیرہ میں رہنے والے پاکستانیوں نے اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک میں عریانی کلچر کے فروغ پر انتہائی رنج اور غم کا اظہار کیا اور عمومی طور پر میڈیا کو فحاشی و عریانیت کے پھیلاؤ کا ذمہ دار ٹھیرایا۔ اس امر پر بھی افسوس کا اظہار کیا گیا کہ حکومت، 'پیمرا'، پارلیمنٹ، عدلیہ اور دوسرے ریاستی ذمہ دار اس تباہی پر خاموش ہیں۔ سیاسی جماعتوں میں ماسواے جماعت اسلامی کے، کسی نے کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا۔ سابق ایم این اے اور جماعت اسلامی خواتین کی رہنما، سمیحہ راحیل قاضی صاحبہ نے فحاشی و عریانی کے خلاف جدوجہد کی تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہ وہ اس سماجی و مذہبی برائی کے خلاف سپریم کورٹ میں کیس دائر کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ: ''لاہور ہائی کورٹ میں اسی نوعیت کا ایک کیس دائر کر رکھا ہے، مگر اس کیس کو سنا ہی نہیں جا رہا''۔

ملک کے اہم ترین سیاسی رہنماؤں میں صدر زرداری، [سابق] وزیراعظم گیلانی، میاں نواز شریف، عمران خان، اسفندیار ولی وغیرہ سب اس معاملے میں خاموش تھے، ہیں اور شاید رہیں گے، کیونکہ میڈیا چاہے کتنا ہی بُرا کیوں نہ کرے اس کو کوئی بُرا نہیں کہنا چاہتا کیوں کہ سیاست بھی تو کرنی ہے۔ امیر جماعت اسلامی سید منور حسن صاحب نے ۱۷ اپریل کو بے حیائی کے فروغ کے خلاف حوصلہ افزا بیان دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس بیان کو عمومی طور پر میڈیا میں جگہ نہیں ملی، مگر امیر جماعت نے درست کہا کہ: ''پاکستان میں عورت کی ترقی اور برابری کے نام پر مغربی تہذیب

مسلط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔عورت جسے ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے مقدس رشتوں سے احترام حاصل تھا اسے بازار کی زینت بنا کر پاکستانی معاشرے میں بے حیائی کے کلچر کو پروان چڑھایا جارہا ہے۔ پرنٹ میڈیا کے ساتھ ساتھ الیکٹرانک میڈیا بھی ہندوتہذیب کے غلبے کے لیے عریاں اور فحش بھارتی فلموں کی نمایش کر کے دوقومی نظریے کی دھجیاں اُڑا رہا ہے۔ معمولی اشیا کی فروخت کے لیے عورت کو سائن بورڈ اور ہورڈنگز پر تشہیر کا ذریعہ بنا کر نوجوان نسل کو تباہی کے راستے پر ڈالا جارہا ہے، جس کا حکومت کوئی نوٹس نہیں لے رہی اور 'پیمرا' بھی مجرمانہ خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے''۔

منور حسن صاحب نے بلاشبہہ سچ کہا کہ: ''عریانی اور فحاشی کا سیلاب گھروں کے اندر پہنچ چکا ہے۔ ایسے اشتہارات چینلوں پر دکھائے جاتے ہیں کہ خبرنامہ بھی فیملی کے ساتھ دیکھنا محال ہوگیا ہے''۔ انھوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ: ''ایسے بے ہودہ اشتہارات، فلموں اور پروگراموں کو بند کرنے کے لیے حکومت اپنی ذمہ داری پوری کرے''۔ یہاں مَیں امیر جماعت سے اختلاف کرنے کی جسارت کروں گا، کیونکہ انھوں نے ایک ایسی حکومت کے سامنے اپنا یہ مطالبہ رکھا ہے، جسے لُوٹ کھسوٹ کے علاوہ کسی دوسرے کام سے کوئی سروکار نہیں۔ اس لیے مَیں اُمید کرتا ہوں کہ جماعت اسلامی اس گندگی سے معاشرے کو پاک کرنے کے لیے دوسری دینی وسیاسی جماعتوں کے ساتھ مل کر انٹرنیٹ، غیرقانونی کیبل چینلوں اور پاکستانی چینلوں کے ذریعے پھیلائی جانے والی بے حیائی کے خلاف نہ صرف عوامی مہم چلائے گی، بلکہ سپریم کورٹ میں بھی اس بُرائی کے خلاف آواز اُٹھائے گی۔

اب ذرا میڈیا کے اندر کی بات کرلی جائے۔ ہم میڈیا والے آزادیِ راے کی تو بہت بات کرتے ہیں مگر میں نے جب بھی کوئی ایسا کالم لکھا جو فحاشی و عریانی کے خلاف ہو، یا جس میں اسلامی سزاؤں کی بات کی گئی ہو، یا کسی دوسرے موضوع پر اسلامی نقطۂ نظر کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہو، یا میڈیا کے کردار پر اعتراض کیا گیا ہو، تو مجھے میڈیا کے اندر سے کوسا گیا۔ میرا مذاق اُڑانے کی کوشش کی گئی۔ میرے خلاف ادارے کی اعلیٰ انتظامیہ کے کان بھرے گئے اور یہ تک کہا گیا کہ میں 'جنگ گروپ' اور 'جیو' کے خلاف کام کر رہا ہوں، اور ان کا کاروبار تباہ کرنے کے درپے ہوں۔ اعتراض کرنے والوں میں کیبل آپریٹرز بھی شامل تھے۔ ادارے کی طرف سے جب اس قسم کے اعتراضات مجھے بھجوائے گئے تو میں نے یہ بات واضح کی کہ: ''میرے لیے اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم

کے سامنے کسی شے کی کوئی حیثیت نہیں۔ چاہے میرا ادارہ ہو یا میرا کوئی قریبی رشتہ دار، جو غلط کرے گا اور اسلام کی روح کے مخالف چلے گا، میں اس پر ضرور بات کروں گا، نتیجہ چاہے جو بھی ہو"۔

ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ میں حکومت، اپوزیشن، عدلیہ، فوج، ایجنسیوں اور پارلیمنٹ کے متعلّق اپنی رائے کا کھل کر اظہار کروں، مگر میڈیا چاہے (وہ ادارہ جس سے مَیں منسلک ہوں) کچھ بھی کرلے اس پر محض اس لیے خاموش ہوجاؤں کہ یہ ہماری برادری کا مسئلہ ہے، یا یہ کہ اس سے میرے ادارے کا کاروبار تباہ ہوگا، یا یہ کہ میرا کوئی صحافی ساتھی یا میڈیا مالک ناراض ہوجائے گا۔ میں کیسے بے حیائی، بے شرمی اور عریانیت کے کلچر کو پھلتا پھولتا دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کرلوں، اور وہ بھی اس لیے کہ کوئی دوسرا شخص مجھ سے ناراض نہ ہوجائے یا اس لیے کہ ایسی بات کرنے سے میرا مذاق اُڑایا جائے گا، اور مجھے 'دقیانوسی' اور 'طالبان' جیسے القابات سے نوازا جائے گا۔ اپنے اللہ کے کرم سے میں ایسی باتوں سے گھبرانے والا نہیں۔ مجھے اگر خوف ہے تو اپنی آخرت کا، مجھے ڈر ہے تو اپنے اللہ کا جو رازق ہے، اور جس کے ہاتھ میں عزت، ذلت، زندگی اور موت ہے۔ میں دنیا کے منافع، دوسروں کے کاروباری فائدے اور صحافی برادری کی 'عزت' کے لیے سورۃ النور میں اللہ تعالیٰ کی اس واضح وارننگ کو کیسے بھول جاؤں: "جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے، وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے" (النور ۲۴:۱۹)۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ اس کی پیروی کوئی کرے گا تو وہ تو اسے فحش اور بدی ہی کا حکم دے گا"۔ (النور ۲۴:۲۱)

سورۂ توبہ کی آیت ۲۴ کا ترجمہ بھی پڑھ لیجیے: "اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی اپنا رفیق نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ تم میں سے جو اُن کو رفیق بنائیں گے وہی ظالم ہوں گے۔ اے نبیؐ، کہہ دو کہ اگر تمھارے باپ، اور تمھارے بیٹے، اور تمھارے بھائی، اور تمھاری بیویاں، اور تمھارے عزیز و اقارب، اور تمھارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمھارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے، اور تمھارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمھارے سامنے لے آئے، اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا"۔

بے حیائی اور بے شرمی کے کاموں سے اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی اُمت کو سختی سے منع فرمایا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو 'حیا' کو ایمان کا حصہ اور دین اسلام کا شعار بھی قرار دیا ہے۔ مجھے کو سننے والوں سے درخواست ہے کہ وہ فحاشی و عریانی کے متعلق اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے واضح احکامات کو سامنے رکھتے ہوئے خود احتسابی کریں، تاکہ ہم دنیا و آخرت میں رسوا ہونے سے بچ جائیں۔ میڈیا والے اور کیبل آپریٹر یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے وہ ہر حال میں پورا ہو کر رہے گا، جب کہ ہماری دولت، ہماری شان، ہمارا کاروبار، ہمارے ٹی وی شوز، ہماری شہرت، سب کچھ عارضی چیزیں اور دھوکے کے علاوہ کچھ نہیں۔

کاغذی کارروائی اور زمینی حقائق

پاکستان کی بے شرم سیاست کی نہ ختم ہونے والی بے شرمیوں، اور جمہوریت کے نام پر عوام سے کیے جانے والے فراڈ اور دھوکوں پر لکھنے کو بہت کچھ ہے، مگر اس گندگی کے برعکس میں نے سوچا کہ اپنے معاشرے کی بربادی کا سبب بننے والی اس گندگی، فحاشی و عریانیت پر ہی مزید لکھا جائے۔ نجانے اس کا کیا سبب تھا، تاہم 'پیمرا' نے چند روز قبل اپنی کاغذی کارروائی ڈالتے ہوئے اخباری اشتہار کے ذریعے ٹی وی چینلوں اور کیبل آپریٹروں کو خبردار کیا کہ فحش اور بے ہودہ پروگرام چلانے پر سخت ترین کارروائی کی جائے گی۔ 'پیمرا' کی فائل کا پیٹ تو بھر گیا مگر زمینی حقائق ویسے کے ویسے ہی ہیں۔

یہ تو ایک معمول ہے بلکہ کارروائی ڈالنے کے لیے چند ایک کیبل آپریٹرز کے خلاف ایکشن بھی لے لیا جاتا ہے اور ٹی وی چینلوں کو بھی نوٹس جاری کیے جاتے ہیں، مگر یہ سب ڈراما اور دھوکے کے علاوہ کچھ نہیں کیوں کہ زمینی حقائق بدل نہیں رہے ہے۔ ماضی کی طرح 'پیمرا' کی اس تازہ کارروائی کے بعد بھی کیبل پر غیر قانونی انڈین اور دوسرے فحش چینل چلانے کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ کیا متعلقہ ذمہ دار اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ کیبل آپریٹرز اپنے سی ڈی چینلوں کے ذریعے غیر اخلاقی مواد عوام کو دکھا کر اپنی ہی نسلوں کی تباہی کا سبب بن رہے ہیں؟

'پیمرا' کے اس نوٹس اور کاغذی کارروائی کے بعد کیا پاکستانی ٹی وی چینلوں میں دکھائے جانے والے غیر اخلاقی ڈرامے، فحش گانے اور ڈانس، تفریح کے نام پر عریانیت اور دوسرا متنازع مواد دکھانا بند کر دیا گیا ہے؟ کیا دنیا بھر میں مسلمانوں اور پاکستان کی بدنامی کا سبب بننے والی ایک 'نام ور

فاحشہ کو اس کی تمام تر گندگی کے ساتھ پاکستان کی ٹی وی اسکرین پر اب بھی نہیں دکھایا جارہا؟ کیا غیرقانونی چینلوں پر غیرقانونی اشتہارات دکھا کر روز کے کروڑوں نہیں کمائے جارہے؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ آج بھی کیبل نیٹ ورک غیرقانونی اور فحش چینلوں کے ذریعے سالانہ کروڑوں اور اربوں کی اپنی حرام کمائی میں سے رشوت کے طور پر متعلقہ حکام کی بھی جیبیں بھرتے ہیں اور اسی وجہ سے کارروائی محض کاغذی ہوتی ہے؟ اپنی نسلوں کو تباہ کر کے پیسہ کمانے کے نشے میں دھت ایسے کردار کیا اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ سکیں گے؟

افسوس کہ اس معاملے پر تمام سیاسی ذمہ دار بولنے سے قاصر ہیں۔ پی پی پی، اے این پی اور ایم کیو ایم چھوڑیں، یہاں تو اسلامی فلاحی ریاست کا نعرہ بلند کرنے والے عمران خان اور ان کی تحریکِ انصاف، میاں محمد نواز شریف اور اُن کی مسلم لیگ (ن) اور حتیٰ کہ مولانا فضل الرحمٰن اور اُن کی جمعیت علماے اسلام اس انتہائی اہم معاملے پر آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔ یہ بات قابلِ ستایش ہے کہ کم از کم جماعت اسلامی نے فحاشی و عریانیت کے خلاف ایک مہم کا بھی آغاز کر دیا ہے۔ توقع ہے کہ سول سوسائٹی اور کچھ وکلا حضرات میڈیا، انٹرنیٹ اور کیبل نیٹ ورک کے ذریعے پھیلائی جانے والی فحاشی و عریانیت کے خلاف اس مہم میں اپنا کردار ادا کریں گے۔ چوں کہ اس سنگین معاملے کو اعلیٰ عدلیہ کے سامنے اُٹھائے جانے کے واضح اشارے مل رہے ہیں، تو ایسے میں متعلقہ حکام کاغذی کارروائی ڈالنے میں مصروف ہیں تاکہ اگر کل کو عدالت بلائے تو وہ کہہ سکیں کہ تمام ممکنہ اقدامات اُٹھائے گئے۔ درجنوں کیبل آپریٹروں کے خلاف کارروائی کی گئی اور کتنے چینلوں کو نوٹس بھیجے گئے۔ پی ٹی اے اور وزارتِ انفارمیشن ٹکنالوجی کے پاس بھی انٹرنیٹ پر فحش سائٹس کو روکنے کی کارروائی ڈالنے کے لیے کئی کاغذی ثبوت ہوں گے، چاہے حقیقت اس کے کتنے ہی برعکس کیوں نہ ہو۔

یہ کسے معلوم نہیں کہ سپریم کورٹ گذشتہ سال پی ٹی اے کو فحش سائٹس کو روکنے کا حکم دے چکی ہے، مگر ایک سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود ابھی تک کوئی بہتری کے آثار نمودار نہیں ہوئے۔ سپریم کورٹ نے اپنے ایک فیصلے میں 'پیمرا' کو بھی پابند کیا تھا کہ کیبل پر دکھائے جانے والے غیرقانونی انڈین اور دوسرے فحش چینلوں کو بند کیا جائے، مگر پاکستان بھر میں ماسوائے ایک دوشہروں کے ہر قسم کی گندگی بلا روک ٹوک دکھائی جارہی ہے۔ صوبائی حکومتیں اور خصوصاً پنجاب

حکومت باقی معاملوں میں دوسروں سے بہتر ہونے کے باوجود فحش اسٹیج ڈراموں اور سینما گھروں میں دکھائی جانے والی بے ہودہ فلموں کو روکنے میں مکمل طور پر ناکام ہے۔

حال ہی میں ایک خاتون ڈاکٹر (گائنا کالوجسٹ) نے جو پنجاب کے ایک انتہائی پس ماندہ علاقے میں اپنا فرض ادا کر رہی ہیں، مجھے ایک ای میل بھیجی جس میں ان کا کہنا تھا کہ: وہ ایک ایسے کرب سے گزر رہی ہیں، جس کی طرف کسی کی کوئی توجہ نہیں۔ ڈاکٹر صاحبہ نے لکھا کہ یہ ای میل لکھتے ہوئے مَیں انتہائی افسردہ، رنجیدہ اور بے بسی کے عالم میں ہوں، کیونکہ کچھ دیر قبل ہی میرے پاس ایک غیرشادی شدہ حاملہ بچی کو لایا گیا۔ اس بچی کی ماں اُس کا حمل ضائع کرنے کی درخواست لے کر آئی، مگر میں نے ایسا نہ کیا، جس پر اس ماں کا کہنا تھا کہ وہ اپنی بچی کو زہر دے کر موت کی نیند سلا دے گی۔ ڈاکٹر صاحبہ نے لکھا ہے: کاش! آپ اس بچی کے چہرے اور آنکھوں پر نمایاں خوف اور مایوسی کو دیکھ سکتے۔ اُن کا کہنا تھا کہ چونکہ مَیں اس لڑکی کی مدد نہیں کر سکی، اس لیے خود مجھے اپنے آپ سے نفرت محسوس ہو رہی ہے۔ اُن کا کہنا تھا کہ اس طرح کے کیسوں کا مجھے اکثر سامنا ہوتا ہے اور آئے دن غیرشادی شدہ حاملہ لڑکیاں میرے پاس آتی ہیں۔ جس علاقے سے ان کا تعلق ہے وہ انتہائی پس ماندہ اور بجلی جیسی سہولت سے بھی محروم ہے۔

ڈاکٹر صاحبہ کا گلہ یہ ہے کہ: شہروں میں فحاشی و عریانیت کے خلاف جنگ کرنے والے ان پس ماندہ علاقوں میں چھوٹی چھوٹی بچیوں پر ہونے والے اس ظلم پر آواز کیوں نہیں اُٹھاتے اور اُن عوامل کو اُجاگر کیوں نہیں کرتے، جس کی وجہ سے یہ ظلم و زیادتی تیزی سے ایسے علاقوں میں پھیلتی جارہی ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ کو یہ بھی شکایت تھی کہ: حکومتیں، عدالتیں، حکام، سیاسی جماعتیں اور حتیٰ کہ میڈیا دُور افتادہ علاقوں کو کیوں بھلا بیٹھے ہیں۔ پھر مذہبی رہنما بھی ان مسائل کو نظرانداز کر رہے ہیں، کہ جیسے پاکستان کے دیہی علاقوں میں سب اچھا ہے اور وہاں اس نوعیت کے مسائل درپیش ہی نہیں۔ یہ خرابی تو شہباز شریف کے پنجاب کی ہے، جہاں فحاشی و عریانیت کا کھیل سب سے زیادہ اور بلاخوف وخطر کھیلا جارہا ہے۔

اب بھارت کی غلامی!

امریکا کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد کے دوران اب تو ہندستان کی غلامی

کے لیے پاکستان کے عوام کو تیار کیا جا رہا ہے۔ کیا کبھی کوئی سوچ سکتا تھا کہ شہباز شریف صاحب جیسا محبِ وطن اور قابل وزیراعلیٰ پنجاب، ہندستان سے آئے ہوئے کاروباری افراد کے وفد سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کے ساتھ ساتھ ہندستان زندہ باد کا نعرہ بھی بلند کردے گا؟ کیا کبھی پہلے کوئی یہ سوچ سکتا تھا کہ پاکستان کا کوئی اعلیٰ عہدے دار (ڈپٹی اٹارنی جنرل خورشید خان) بھارت کے دورے پر نئی دہلی میں ایک گوردوارہ کے باہر بیٹھ کر سیکڑوں سکھ یاتریوں کے جوتے صاف کرے گا، اور اس واقعے پر پاکستان میں کوئی نوٹس تک نہ لیا جائے گا؟ خورشید خان کا بھی کیا قصور، ہمیں تو بحیثیت قوم ہندستانیوں کے جوتے صاف کرنے کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ سیاست دانوں سے شکایتیں اور اُن کی نااہلی اپنی جگہ، مگر یہاں تو آرمی اور آئی ایس آئی جیسے ادارے سب سو رہے ہیں، جب کہ انڈیا ہمارے گھروں کے اندر گھس چکا ہے اور گھسا بھی ایسے کہ کوئی گولی چلی نہ توپ کا گولہ گرا، بلکہ مکمل خاموشی اور سکون کے ساتھ۔

اس خاموش یلغار نے ہمیں کس حد تک فتح کیا ہے؟ اس کا شاید کسی کو صحیح اندازہ نہیں ہے۔ ہر گھر کے افراد کو یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ بھارتی فلمیں دیکھ سکتے ہیں۔ انڈیا اپنا بھرپور امیج پیش کرتا ہے اور پاکستان، پاکستان کی فوج یا دوسرے اداروں کے بارے میں منفی تصویر دکھاتا ہے۔ اس کا کسی کو کوئی احساس نہیں مگر ہم سب اس پروپیگنڈا وار کا شکار ہیں۔

ہمارے سیکرٹریوں، وزرا، مشیروں اور پالیسی میکروں کا بھی یہی حال ہے۔ عوام بھی انڈین پروپیگنڈے کی اس کی زد میں ہیں۔ 'بغل میں چھری منہ میں رام رام' والا محاورہ گئے وقتوں کی بات ہوچکی، اور اب تو انڈیا کے بارے میں ہمارا وہ تصور بن رہا ہے جو خود انڈیا ہمارے ذہنوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے، اور گذشتہ کئی برس سے بڑی کامیابی سے یہ کام کر رہا ہے۔ ہم نے ہندستان کو یہ نظریاتی جنگ لڑنے کے لیے کھلا میدان فراہم کیا ہوا ہے۔ اس حقیقت کو جان کر انتہائی مایوسی ہوئی کہ انڈین فلموں کی نمایش بھی عمومی طور پر سب سے پہلے: پی اے ایف، ڈی ایچ اے، کنٹونمنٹ اور ڈیفنس کے سینما گھروں میں ہوتی ہے۔ پاکستان کی فوج کے گھروں میں جب انڈین پروپیگنڈے کا راج ہوگا، جب ان کو اپنے سینما گھروں میں دیکھنے کے لیے انڈین فلمیں ملیں گی تو 'رائزنگ انڈیا' سے اگر ضرورت پڑگئی تو، لڑنے کا جذبہ کیسے پیدا ہوگا؟ جب عوام نظریہ پاکستان کو بھلا کر انڈین کلچر کے

گرویدہ ہوجائیں گے تو پھر فوج میں بھرتی ہونے کے لیے جوان کس جذبے سے سرشار ہوکر آئیں گے۔

جب انڈیا اتنا اچھا ہے، وہ ہمارا بھائی اور دوست ہے اور جو کچھ پچھلے ۶۵ سالوں میں کہا گیا وہ سب 'جھوٹ' اور 'لغو' تھا، تو پھر ہمیں فوج کی بھی کیا ضرورت! بلکہ کہیں قائداعظم محمدعلی جناح نے یہ ملک بنا کر غلطی تو نہیں کردی تھی! اپنی ذمہ داریوں اور پہچان سے ہم اس قدر بے نیاز ہوجائیں گے، میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ یہ بات ذہن ماننے کے لیے تیار نہیں کہ کوئی قوم کتنی مشکل اور قربانیوں سے حاصل کی گئی اپنی شناخت اتنی آسانی سے کھونے کے لیے تیار ہے۔ ہندستان کے بارے میں کچھ لوگوں کی خوش فہمیاں اپنی جگہ، مگر آج بھی امریکا اور اسرائیل کے ساتھ مل کر ہندستان ہمارے خلاف سازشوں میں مصروف ہے: بھئی انڈیا سے امن قائم کرو۔ کشمیر، سیاچن کے مسائل، بات چیت کے ذریعے ہی حل کرو۔ لیکن خدارا، اپنا تشخص برقرار رکھنے کے لیے اپنے دامن کو تو کم ازکم انڈین پروپیگنڈے سے بچا کر رکھو، ورنہ وہ وقت دُور نہیں جب ہماری زبان بھی اُردو سے ہندی میں اس خاموشی سے بدل جائے گی کہ ہمیں خود بھی احساس نہ ہوگا۔

کچھ روز قبل میاں نواز شریف صاحب سے بات ہوئی تو اُن کا کہنا تھا کہ وہ اس وقت حیران و پریشان ہوگئے جب ان کے گھر آئی ہوئی ایک مہمان بچی نے ان سے کہا کہ ان کا گھر کتنا 'سندر' ہے۔ میاں صاحب کا کہنا تھا کہ: وہ بچی 'خیال' کے لفظ کو 'کھیال' بول رہی تھی۔ شکر ہے میاں صاحب حیران اور پریشان ہوئے ورنہ باجی، آپا تو پہلے ہی 'دیدی' بن چکیں۔ کچھ لوگوں نے تو بہنوئی کو بھی 'جیجا جی' کہنا شروع کردیا ہے، جب کہ اب انتظار ہے کہ کب میاں بیوی کو یہاں بھی 'پتی، پتنی' کہا جانے لگے گا۔ یہاں تو شادی کے موقعوں پر سات پھیرے لگانے کے بارے میں بھی بچوں کے حوالے سے بات ہوتی ہے۔ اگر بحیثیت قوم ہم اس ثقافتی یلغار کی روک تھام کے لیے کچھ نہ کرسکے، تو ہم یہ جنگ مکمل طور پر ہار جائیں گے، اور (اللہ نہ کرے)، امریکا کے ساتھ ساتھ بھارت کی غلامی بھی ہمارا مقدر ہوگی!

مضمون نگار معروف کالم نگار اور سیاسی تجزیہ نگار ہیں۔ ای میل: ansar.abbasi@thenews.com.pk

(کتابچہ منشورات، منصورہ، لاہور سے دستیاب ہے۔ صفحات: ۲۴، قیمت: ۱۰ روپے، سیکڑے پر رعایت)

اخبارِ اُمت

مصر: اخوان ایوانِ صدارت میں

عبدالغفار عزیز

کہنے کو تو یہ ایک لفظ تھا لیکن مصر میں یہ ایک مکمل پیغام اور ایک قومی تحریک بن گیا۔ فُلُول، یعنی شکست خوردہ اور فاسد ٹولے کی باقیات۔ اس وقت مصر میں کسی شخص یا گروہ کے لیے فُلُول کا لیبل لگ جانے سے زیادہ معیوب اور باعثِ عار بات شاید کوئی نہ ہو۔ پارلیمانی اور صدارتی انتخابات میں اس ایک لفظ نے فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ لَا لِلفُلُول کا نعرہ اس قدر زباں زد عام ہو گیا کہ اگر کہیں صرف 'لا' ہی لکھا ہوتا تو لوگ سمجھ جاتے کہ ڈکٹیٹر کی باقیات کو مسترد کیا جا رہا ہے۔ ۲۴ جون ۲۰۱۲ء کو مصری تاریخ کے پہلے حقیقی صدارتی انتخاب کے نتائج کا اعلان ہو رہا تھا تو ملک کے ہر شہر اور قصبے کی طرح قاہرہ کے تاریخی میدان التحریر میں بھی لاکھوں لوگ جمع تھے اور پورے میدان میں ایک بڑے بینر پر صرف 'لا' ہی پڑھا جا رہا تھا۔ کئی جملوں پر لکھی پوری عبارت پڑھنے کا تکلف کیے بغیر ہی 'لا' پورا پیغام واضح کر رہا تھا۔

مصری تاریخ میں یہ پہلے صدارتی انتخاب تھے کہ جس کے نتائج انتخاب سے پہلے ہی معلوم نہ تھے۔ مصر ہی نہیں اکثر عرب انتخابات میں حکمران ۹ء۹۹ فی صد ووٹ لے کر کامیاب ہوا کرتے تھے۔ عوامی انقلابات نے لوگوں کو پہلی بار اپنی آزاد مرضی سے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے دیا۔ یہ حقیقت ہر مخلص اور بے تعصب مسلمان کے لیے باعث طمانیت ہے کہ ان پہلے آزادانہ انتخابات میں عوام کی اکثریت نے اسلامی تحریک پر اعتماد کا اظہار کیا ہے۔

الاخوان المسلمون مصر کے اُمیدوار ڈاکٹر محمد مرسی کی بحیثیت صدرمملکت جیت، خطے میں دیگر تمام کامیابیوں کا تاج ثابت ہوئی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یقیناً پورے مشرق وسطیٰ میں مصر کی مرکزی حیثیت ہے۔ مصر میں فی الحال تمام تر اختیارات صدر مملکت کے پاس ہیں۔ دوسری اہم وجہ یہ بنی کہ اخوان کے صدارتی اُمیدوار کو شکست سے دوچار کرنے کے لیے اندرون ملک مخالفین سے زیادہ مصر کے تمام بیرونی دشمن بے تاب تھے۔

صدارتی انتخاب کے پہلے مرحلے میں ۱۳ اُمیدوار تھے۔ حسنی مبارک کا آخری وزیراعظم اور ۱۰سال تک اس کا وزیر ہوا بازی رہنے والا لیفٹیننٹ جنرل احمد شفیق وہ اکلوتا اُمیدوار تھا جس پر انتخابی مہم کے دوران ملک کے اکثر اضلاع میں عملاً جوتوں کی بارش ہوئی۔ حتیٰ کہ وہ جب اپنا ووٹ ڈالنے آئے تو اپنے آبائی پولنگ سٹیشن کے باہر بھی 'پُر جوش' جوتا باری کا سامنا کرنا پڑا۔ اُمیدواروں میں اگرچہ طویل عرصے تک حسنی مبارک کا وزیر خارجہ اور پھر عرب لیگ کا سیکریٹری جنرل رہنے والا عمروموسیٰ بھی تھا۔ ایک سابق انٹیلی جنس چیف حسام خیراللہ بھی تھا۔ ناصری ذہن کا سرخیل حمدِین صبّاحی اور بائیں بازو کے کئی دیگر اُمیدوار بھی تھے، لیکن ۱۳ اُمیدواروں میں سب سے زیادہ عوامی نفرت کا سامنا جنرل شفیق ہی کو کرنا پڑا۔ اس سب کچھ کے باوجود جب پہلے مرحلے کے نتائج آئے تو جنرل صاحب سب سے زیادہ ووٹ لینے والوں میں دوسرے نمبر پر تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ دوسرے مرحلے میں مقابلہ ان کے اور پہلے نمبر پر آنے والے اخوان کے اُمیدوار ڈاکٹر محمد مُرسی کے مابین ہوگا۔ دوسرے مرحلے میں ۵۰ فی صد ووٹ حاصل کرنے کی شرط بھی نہیں ہے اور اگر فلول کا لیبل سجائے جنرل صاحب، ایک ووٹ بھی زیادہ لے گئے تو وہ مصر کے آیندہ صدر ہوں گے۔

لیفٹیننٹ جنرل احمد شفیق کا دوسرے نمبر پر آجانا، جہاں سب کے لیے باعث حیرت تھا وہیں مصر کے ازلی دشمن 'اسرائیل' کے لیے یہ اُمید کی اہم نوید تھی۔ اسرائیلی ذمہ داران حسنی مبارک کے دور کو اسرائیل کے لیے 'اہم ترین اسٹرے ٹیجک خزانہ' قرار دیتے ہیں۔ احمد شفیق کا نام دوسرے مرحلے میں آگیا تو اسرائیلی فوج کے سابق سربراہ اور حالیہ نائب وزیراعظم نے بیان دیا کہ ''اسرائیل کے اہم ترین اسٹرے ٹیجک خزانے کی واپسی کی اُمیدیں جوان ہوگئی ہیں''۔ سابق ملٹری انٹیلی جنس چیف عاموس یادلین گویا ہوئے: ''سقوطِ مبارک کے بعد اسرائیل کے گردونواح میں

کے لیے اندرونی اور بیرونی خزانوں کے منہ کھل گئے۔ تمام سرکاری اور پرائیویٹ ٹی وی چینل اور اخبارات نے اخوان کے خلاف پروپیگنڈے کی شدید ترین یلغار کردی۔ اخوان کی طرف سے یہ شکایت بھی سامنے آئی کہ جنرل شفیق کے حق میں فوج، پولیس اور مختلف ایجنسیوں کے تقریباً ۱۵ لاکھ ان افراد کے ووٹ بھی ڈلوائے گئے جنھیں ووٹ کا حق نہیں تھا۔

اخوان سے ان کی جیت چھیننے کے لیے جو دیگر ناپاک، مہیب اور خطرناک اقدامات اٹھائے گئے ان میں ایک سرفہرست اقدام یہ تھا کہ پولنگ سے صرف ڈیڑھ دن پہلے، یعنی ۱۴ جون کی شام، چند ماہ پہلے منتخب ہونے والی قومی اسمبلی توڑنے کا اعلان کردیا گیا۔ گویا ہر سیاسی کارکن اور ووٹر کو پیغام دیا گیا کہ اخوان کو اقتدار میں آنے سے روکنے کے لیے ہمیں جس آخری حد تک بھی جانا پڑا، ہم اس سے دریغ نہیں کریں گے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ ووٹ ضائع نہ کرو، اخوان کو اقتدار میں آنے کی اجازت کسی صورت نہ ملے گی۔ اسی دوران میں ایک اہم اقدام یہ اٹھایا گیا کہ حسنی مبارک اور اس کے ساتھیوں کے خلاف گذشتہ تقریباً ڈیڑھ برس سے سنے جانے والے مقدمے کا فیصلہ اچانک ۲ جون کو سنادیا گیا۔ ۳۰ سال سے سیاہ و سفید کے مالک حکمران کو عمر قید کی سزا سنادی گئی۔ اس مرحلے پر فیصلہ سنانے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ حسنی مبارک کے خلاف پائی جانے والی گہری عوامی نفرت کو تسکین پہنچاتے ہوئے، اسے فوجی کونسل اور اس کے نمایندہ سمجھے جانے والے صدارتی اُمیدوار کے حق میں ہموار کیا جائے۔

صرف قرآن کریم کا فرمان ہی ازلی و ابدی سچی حقیقت ہے کہ لَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ط (الفاطر ۳۵:۴۳) ''حالانکہ بُری چالیں اپنے چلنے والوں ہی کو لے بیٹھتی ہیں''۔ یہ تمام حکومتی چالیں بھی چلنے والوں کی گردن کا پھندا بن گئیں۔ اگر ڈاکٹر محمد مرسی کے مقابل جنرل شفیق کے بجاے کوئی بھی اور اُمیدوار ہوتا، تو عوام کی اتنی اکثریت کبھی اخوان کے اُمیدوار کے گرد اکٹھی نہ ہو پاتی۔ جنرل شفیق کو سامنے دیکھ کر ابوالفتوح جیسے مضبوط اُمیدوار کو بھی مجبوراً اور علانیہ طور پر ڈاکٹر مرسی کی حمایت کرنا پڑی اور بڑی تعداد میں حمدین صباحی کے ووٹرز بھی ان کے ساتھ آگئے۔ اگرچہ خود حمدین نے دوسرے مرحلے کا بائی کاٹ کرنے کی اپیل کرتے ہوئے عملاً جنرل شفیق کو فائدہ پہنچایا۔ اس دوران ایک دل چسپ اشتہار سب کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ اخوان کے

اُمیدوار کی جہازی سائز تصویر تھی اور اس پر لکھا تھا: أنا مش اخوان، هأدعم دكتور مرسی، ''میں اخوانی نہیں لیکن میں ڈاکٹر مرسی کو ووٹ دوں گا''۔ اسی طرح حسنی مبارک کو سزا دینے کا 'اعزاز' بھی عوام کی نظر میں عبوری حکومت کا جرم ٹھیرا۔ فیصلہ سنتے ہی وسیع و عریض کمرۂ عدالت میں بیٹھے سیکڑوں وکلا اور شہداء کے ورثا نے نعرہ لگایا: الشعب يريد تغيير القضاء، عوام عدلیہ کی تبدیلی چاہتی ہے۔ اور پھر ملک بھر میں دوبارہ مظاہرے شروع ہوگئے کہ سیکڑوں افراد کے قاتل حسنی مبارک کو باسہولت عمر قید نہیں، پھانسی دو۔

رہا اسمبلی توڑنے کا فیصلہ تو اگرچہ یہ ایک انتہائی گھناؤنا جرم تھا لیکن اس نے بھی عوام کو مایوس کرنے اور اخوان کا ساتھ چھوڑ دینے پر آمادہ کرنے کے بجاے انھیں اس بات پر یکسو کردیا کہ اگر عوامی فیصلے کی حفاظت کرنا ہے تو باقیات کو مسترد کرنا ہوگا۔ اسمبلی تحلیل کرنے کا پورا فیصلہ ہی مکمل طور پر بے بنیاد اور مضحکہ خیز ہے۔ قومی اسمبلی یعنی 'مجلس الشعب' کے انتخاب کے لیے ضابطہ کار، عسکری کونسل اور سیاسی پارٹیوں کی باہمی مشاورت اور اتفاق راے سے طے پایا تھا۔ اس متفق علیہ ضابطے کے مطابق ۴۹۸ سیٹوں پر مشتمل ایوان کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ دو تہائی سیٹیں متناسب نمایندگی کی بنیاد پر سیاسی جماعتوں کے لیے رکھی گئیں اور ایک تہائی براہِ راست انفرادی اُمیدواروں کے لیے۔ ووٹنگ تین مرحلوں میں ہوئی، ہر مرحلے کے دو اَدوار تھے۔ اس طرح کاغذات نامزدگی داخل کروانے، انتخابی مہم چلانے اور ووٹنگ مکمل ہونے کا عمل کئی ماہ جاری رہا۔ پھر ارکان اسمبلی کی باقاعدہ حلف برداری ہوئی اور دستور سازی کا عمل شروع ہوگیا۔ لیکن اچانک دستوری عدالت میں ایک اعتراض داخل کیا گیا، کہ انفرادی نشستوں پر اُمیدواروں نے پارٹیوں کی طرف سے نہیں آزاد حیثیت سے انتخاب لڑنا تھا۔ اور پھر پولنگ سے عین ڈیڑھ دن قبل ۱/۳ ارکان کی رکنیت منسوخ کرتے ہوئے نومنتخب اسمبلی تحلیل کرنے کی بنیاد رکھ دی گئی۔ واضح رہے کہ چیف الیکشن کمشنر فاروق سلطان ہی دستوری عدالت کے سربراہ بھی ہیں۔ بالفرض اگر کچھ ارکان کا انتخاب واقعی خلاف ضابطہ تھا، تب بھی صرف ان ارکان کا انتخاب دوبارہ کروایا جاسکتا تھا۔ کروڑوں عوام کے ووٹ، اربوں روپے کے اخراجات اور پوری قوم کے کئی ماہ، یعنی کروڑوں گھنٹے صرف کر کے منتخب ہونے والی پہلی حقیقی اسمبلی تحلیل کرنے کا جواز بدنیتی کے سوا کیا ہوسکتا ہے۔ یہ امر بھی اہم ہے کہ ساری بحث صرف قومی اسمبلی

کے ایک تہائی ارکان کے بارے میں تھی، لیکن بات پوری پارلیمنٹ تحلیل کرنے کی پھیلائی جاتی رہی حالانکہ ۲۷۰/ارکان پر مشتمل، عام انتخابات کے ذریعے منتخب ہونے والی مجلس شوریٰ (یعنی سینٹ) جوں کی توں موجود، بحال اور فعال ہے اور اس میں بھی اکثریت اخوان اور حزب النور ہی کی ہے۔

اخوان نے اس نازک موقع پر انتہائی صبر و حکمت کا ثبوت دیا۔ 'پارلیمنٹ' تحلیل کر دینے کی خبر پوری قوم پر بجلی بن کر گری۔ ممکن تھا کہ لوگ فوری طور پر اس فیصلے کے خلاف میدان میں آجائیں۔ فوج انھیں کچلنے کے لیے قوت استعمال کرے اور پھر ان فسادات کی آڑ میں صدارتی انتخاب کا پورا عمل ہی لپیٹ دیا جائے۔ اخوان نے دستوری عدالت کا فیصلہ آنے کے چند گھنٹے بعد اپنے موقف کا اعلان کرتے ہوئے ایک اصولی اعلان کیا کہ اس وقت کسی دستوری شق میں کسی بھی فرد یا ادارے کے پاس اسمبلی تحلیل کرنے کا اختیار ہی نہیں ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ اعلان بھی کیا کہ ہماری ساری توجہ صدارتی انتخاب پر مرکوز رہنی چاہیے۔ لوگ میدان تحریر کی طرف ملین مارچ کرنے کے بجائے، پولنگ سٹیشنوں کی طرف لانگ مارچ کریں اور ووٹ کا حق استعمال کریں۔ پھر جیسے ہی ووٹنگ کا عمل تکمیل کو پہنچا اور پورے ملک کے پولنگ سٹیشنوں سے نتائج کی سرکاری دستاویزات جاری ہوگئیں، تو میدان التحریر سمیت ملک کے کونے کونے میں بڑے مظاہرے شروع ہوگئے کہ ہم اسمبلی تحلیل کرنے کا فیصلہ مسترد کرتے ہیں۔

گنتی کے پہلے روز ہی نتائج واضح ہوگئے تھے، متعدد بار جیل جانے والے ڈاکٹر محمد مرسی تقریباً ۱۰ لاکھ ووٹوں کی اکثریت سے ایک کروڑ ۳۲ لاکھ ۳۰ ہزار ایک سو ۳۱ ووٹ (۵۱ء۷۳) لے کر جیت گئے تھے۔ لیکن اچانک جنرل شفیق نے دعویٰ شروع کر دیا کہ وہ ۵۲ فی صد ووٹ لے کر جیتے ہیں اور اصل نتیجہ سرکاری نتیجہ ہوگا۔ سرکاری نتائج ۲۱ جون کو آنا تھے، لیکن عین آخری لمحے چیف الیکشن کمشنر نے عذر پیش کیا کہ بہت بڑی تعداد میں ووٹوں پر اعتراضات سامنے آگئے ہیں اور ان اعتراضات کی تحقیق کرنے کے لیے ہمیں مزید وقت چاہیے۔ ''فلول'' کے دعوے اور سرکاری نتائج میں تاخیر سے عوام پھر شکوک و شبہات کا شکار ہوگئے۔ الجزائر کے انتخابات یاد آنے لگے اور انقلاب کے ثمرات ضائع ہوتے دکھائی دینے لگے، تو عوام مزید جوش و جذبے سے میدان التحریر میں جمع ہونے لگے۔ ۱۸ جون سے کئی شہروں میں دھرنے شروع ہوگئے۔ ۲۴ جون کی شام تک نتائج کے

انتظار نے، شرکا کی تعداد بلا مبالغہ کئی ملین تک پہنچا دی۔

بالآخر ڈاکٹر مرسی کی کامیابی کا اعلان ہوا، اور مصر ہی میں نہیں، پورے خطے میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ میدان التحریر میں نعروں کے ساتھ ہی ساتھ شرکا نے عید کی تکبیرات شروع کر دیں۔ اللّٰہ اکبر۔۔اللّٰہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر..... ان کا کہنا تھا کہ یہ عید الدیمقراطیة، ''عید جمہوریت ہے''۔ خوشی کے ان تمام جذبات سے اہم بات یہ ہے کہ ان شرکا نے اپنا یہ دھرنا تب تک جاری رکھنے کا اعلان کیا ہے کہ جب تک نومنتخب اسمبلی بحال کرنے اور فوجی کونسل کے بلا حدود اختیارات ختم کرنے کا اعلان نہیں کیا جاتا۔

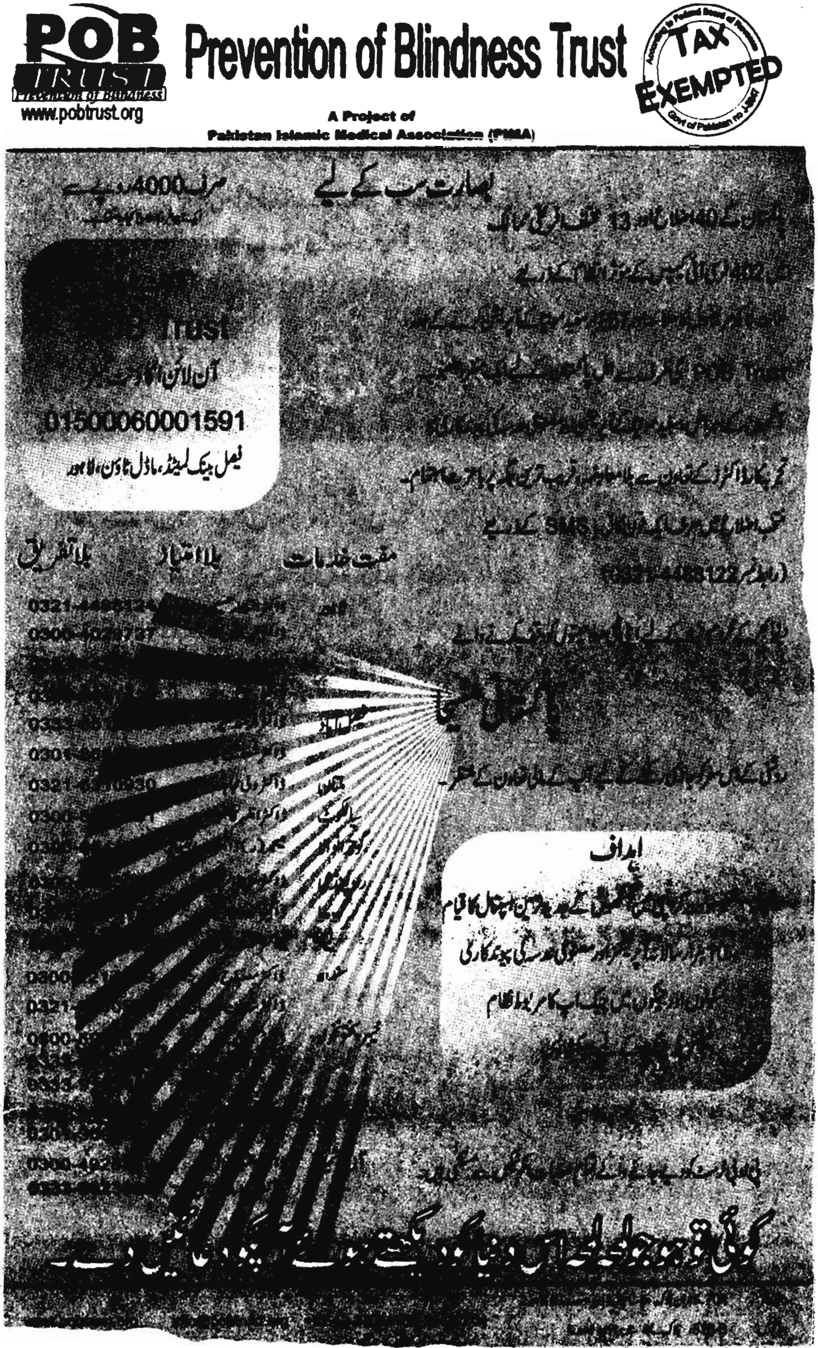
واضح رہے کہ صدارتی انتخابات کے اسی ہنگامے میں، فوجی عبوری کونسل کے سربراہ فیلڈ مارشل محمد حسین طنطاوی نے ایک 'ضمنی دستوری اعلان' جاری کرتے ہوئے صدرِ مملکت کے اکثر اختیارات یا تو خود حاصل کر لیے ہیں یا انھیں فوجی مرضی سے مشروط کر دیا ہے۔ اس اعلان کے مطابق فوجی عبوری کونسل کو اسمبلی کی عدم موجودگی میں مقننہ اور انتظامیہ کے اختیارات دے دیے گئے ہیں۔ کونسل کو ہر طرح کے احتساب سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے۔ اسے فوجی افسروں کے تقرر و ترقی کے اختیارات دے دیے گئے ہیں۔ اسمبلی کی منتخب کردہ دستور ساز کمیٹی کے بجاے نئی کمیٹی مقرر کرنے اور اس کی سفارشات آجانے کے ۱۵ روز کے اندر اندر ان پر عوامی ریفرنڈم کرواتے ہوئے ملک کا نیا دستور بنا دینے کے لیے روڈ میپ دے دیا گیا ہے۔ بندوق کے زور پر بیٹھے والے عبوری کونسل کے سربراہ کو براہ راست عوام کے ووٹ سے منتخب ہونے والے صدر کے برابر حقوق و اختیار دیتے ہوئے، کسی بھی دستوری شق پر اعتراض کرنے اور اسے واپس پارلیمنٹ بھجوانے کا حق دے دیا گیا ہے۔ اور پارلیمنٹ کے اصرار کرنے کی صورت میں اس شق کو دستوری عدالت کو بھجوانے کا حکم جاری کیا گیا ہے۔

اس وقت میدانوں میں بیٹھے لاکھوں عوام اس دستوری اعلان کی منسوخی اور اسمبلی کی بحالی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اگر فوجی کونسل ملک کو پھر سے تباہی کے گڑھے میں پھینک دینے پر مصر نہ ہوئی، تو اسے بالآخر عوام کے مطالبات تسلیم کرنا ہوں گے۔ عوام کے لیے قوت و اعتماد کا اصل سہارا ربِ ذوالجلال کی ذات ہے۔ اسی ذات نے ڈاکٹر مرسی کو جیل کی کوٹھڑی سے نکال کر ایوانِ صدر میں

پہنچا دیا ہے۔ نو منتخب صدر نے کامیابی کے بعد قوم سے اپنے پہلے خطاب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب ہونے کے موقع پر کہے جانے والے یہ الفاظ متعدد بار دہرائے: ''لوگو مجھے تمھارا ذمہ دار مقرر کیا گیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ لوگو! میں اللہ کی اطاعت کروں تو تم میری بات مانو اور اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو ہرگز میری اطاعت نہ کرو''۔ انھوں نے قومی اور بین الاقوامی امور پر دوٹوک موقف واضح کرتے ہوئے کہا: ''میں کسی ایک فرد یا گروہ کا نہیں پوری مصری قوم کا نمایندہ ہوں، تم سب میرے لیے برابر ہو۔ میرے حامی، میرے مخالف، مسلم، مسیحی، سب میرے لیے یکساں ہیں۔

ڈاکٹر مرسی کی پوری تحریک کا شعار تھا: النهضة ارادة الشعب، نہضت عوام کا فیصلہ ہے۔ ساتھ ہی لکھا تھا: مصر کی تعمیر و ترقی، اسلامی تعلیمات کے مطابق۔ واضح رہے کہ وہ حافظِ قرآن بھی ہیں اور عالمی یونی ورسٹیوں سے انجینیرنگ میں ڈاکٹریٹ بھی کی ہوئی ہے۔ علاقائی اور بین الاقوامی قوتوں سے مخاطب ہوتے ہوئے انھوں نے کہا کہ: ''ہم سب سے برابری اور انصاف کی بنیاد پر باہمی تعلقات مستحکم کریں گے۔ قومی مفادات کی روشنی میں بین الاقوامی معاہدوں کی پاس داری کریں گے۔ پھر دوٹوک انداز میں کہا: ''ہم کسی ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے، لیکن کسی کو بھی اپنے ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں دیں گے''۔ انھوں نے اپنی تقریر کا اختتام کرتے ہوئے کہا: ''میرے عزیز ہم وطنو! میں تمھارے معاملے میں اور اپنے وطن کے معاملے میں اللہ رب العزت سے کبھی خیانت نہیں کروں گا''۔ تقریر ختم ہونے کے چند منٹ بعد صدر محمد مرسی کے بیٹے عبداللہ محمد مرسی نے فیس بک پر پیغام لکھتے ہوئے کہا: ''بابا! یقیناً ہم صرف اللہ کی اطاعت میں آپ کی اطاعت کریں گے، اللہ کی نافرمانی ہوئی تو آپ کی نہیں اپنے رب کی اطاعت کریں گے''۔

جب بیٹا بھی باپ اور صدر مملکت کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت سے مشروط کر دے، تو پھر رب ذوالجلال کی رحمتیں اور نصرت بھی یقیناً شامل حال ہوتی ہیں۔ وہی تو ہے جو اقتدار دیتا اور چھینتا ہے، عزت دیتا یا ذلت کے گڑھوں میں پھینک دیتا ہے (قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ - اٰلِ عمران ۳:۲۶)



POB TRUST
Prevention of Blindness
www.pobtrust.org
Prevention of Blindness Trust
TAX EXEMPTED
A Project of
Pakistan Islamic Medical Association (PIMA)
بصارت سب کے لیے
صرف 4000 روپے
آن لائن اکاؤنٹ نمبر
01500060001591
فیصل بینک لمیٹڈ، ماڈل ٹاؤن، لاہور
مفت خدمات
بلا امتیاز
بلا تفریق
اہداف

پیما ریلیف

اندرون و بیرون ملک ہسپتالوں، ڈسپنسریوں اور فری میڈیکل کیمپس کے ذریعہ مفت طبی امداد دینے والی ڈاکٹرز کی سب سے بڑی آرگنائزیشن

[illegible]

- 2005ء کے تباہ کن زلزلہ سے متاثرہ مظفر آباد، باغ، ایبٹ آباد، اور بالاکوٹ میں میڈیکل سنٹرز کے ذریعے پانچ لاکھ افراد کا علاج اور ہزاروں آپریشنز، محدود مدت میں آرتھوپیڈک سرجریز کا عالمی ریکارڈ
- 2008ء میں سوات و مالاکنڈ آپریشن سے متاثرین کے لیے 6 مختلف اضلاع میں 17 میڈیکل سنٹرز کے ذریعے مجموعی طور پر 132,210 مریضوں کی طبی امداد، خواتین کے لیے ایک مکمل گائنی ہسپتال کا قیام
- 2010-11ء میں ملک کے طول و عرض میں آنے والے سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں 17 میڈیکل سینٹرز اور 33 موبائل یونٹس کے ذریعہ 587,948 مریضوں کی طبی امداد۔ علاوہ ازیں متاثرین کو نقد رقوم، واٹر کولرز، ہائی جین کٹس، عید گفٹس، فوڈ پیکٹس، صاف پانی، چولہوں اور خیموں کی فراہمی
- غریب عوام کو انتہائی ارزاں نرخوں پر معیاری میڈیکل سروسز مہیا کرنے کے لئے مظفر آباد اور مانسہرہ میں جدید ترین سہولیات سے آراستہ ہسپتالوں کا قیام
- انڈونیشیا، غزہ، عراق، ایران، سری لنکا، سوڈان، بنگلہ دیش، صومالیہ اور دیگر افریقی ممالک میں آفات سے متاثرہ افراد کیلئے مفت طبی امداد کی فراہمی

برائے رابطہ

- ڈاکٹر مصباح العزیز (کراچی) 0321-9200989
- ڈاکٹر محمد شریف (پشاور) 0347-9700252
- ڈاکٹر ولی محمد مجاہد (ملتان) 0321-6310930
- ڈاکٹر ارشد منیر (فیصل آباد) 0333-6519996
- ڈاکٹر غلام دستگیر (کوئٹہ) 0321-8144024
- ڈاکٹر رحمت اللہ ولی (سوات) 0300-5712841
- ڈاکٹر نصرت اقبال (کراچی) 0322-2538204
- ڈاکٹر محمد شفقت جاوید (فیصل آباد) 0301-8666716
- ڈاکٹر طارق اسماعیل (لاہور) 0333-4215464
- ڈاکٹر خواجہ سعید احمد (اسلام آباد) 0300-8546801
- ڈاکٹر عبدالخالد اعوان (مظفر آباد) 0301-5381040
- ڈاکٹر عبدالعزیز میمن (سکھر) 0333-7102366
- ڈاکٹر شایان شادمانی (کراچی) 0321-9230595

آپ بھی اس کارِ خیر میں اپنا حصہ ڈالتے رہیں

PIMA account # 0100-562825. Meezan Bank
Branch code 0303. F-8 Markaz. Islamabad

Pakistan Islamic Medical Association (PIMA)

12, Shalimar Center [illegible] F-8 Markaz, Islamabad
Tel: +92-51-22[illegible]

رسائل و مسائل

عورتوں کی تراویح میں شرکت

سوال: اگر شرعی حجاب کے ساتھ عورت نمازِ تراویح یا کسی بھی فرض نماز کے لیے مسجد جائے تو کیا اسے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا وہی اجر و ثواب حاصل ہوگا جو مرد کو ہوتا ہے، یا یہ اجر و ثواب مردوں کے لیے مخصوص ہے؟

جواب: تمام فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت اگر اپنے گھر میں نماز پڑھے چاہے تنہا ہی پڑھے اس کا اجر و ثواب مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے سے زیادہ ہے۔ جیسے حضرت اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُيُوْتِهِنَّ (احمد) ''عورتوں کے لیے بہترین مسجد، ان کے گھر کا ایک کونہ ہے''۔ جماعت کی فضیلت کا اجر و ثواب مردوں کے ساتھ مخصوص ہے، مردوں کو ہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ مسجد میں آ کر نماز پڑھیں، البتہ نمازِ عید کے لیے نکلنے کا حکم مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔

فقہا کا تو اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ عورتیں اپنے گھروں یا خواتین کے مدارس اور کالجوں، جامعات وغیرہ میں باجماعت نماز پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟ بعض فقہا کے نزدیک ایسا کرنا سنت ہے، بعض کے نزدیک مباح، اور بعض کے نزدیک عورتوں کے لیے اپنی جماعت کرانا مکروہ ہے۔ جو فقہا عورتوں کی جماعت کو جائز بلکہ مستحب کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم ورقہؓ کو اپنے گھر والوں کو باجماعت نماز پڑھانے کی اجازت دی تھی۔ اُم المومنین حضرت عائشہؓ کے بارے میں روایتیں ملتی ہیں کہ بعض اوقات انھوں نے عورتوں کی امامت کرائی اور صف میں ان کے درمیان کھڑی ہوئیں اور بلند آواز سے قراءت کی۔

حضرت اُم سلمہؓ رمضان میں عورتوں کو نماز پڑھاتی تھیں اور صف میں ان کے درمیان کھڑی ہوتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی ایک کنیز کو کہتے تھے کہ وہ رمضان میں ان کے گھر کی خواتین کی امامت کرائیں۔(ڈاکٹر عبدالحی ابڑو)

سحری کی تیاری پر تہجد کا ثواب

س: جو لوگ نمازیوں اور تہجد پڑھنے اور قیام اللیل کرنے والوں کے لیے سحری یا کھانا تیار کرتے ہیں اور اس وجہ سے خود تہجد نہیں پڑھ سکتے، کیا انھیں بھی تہجد پڑھنے کا ثواب ملتا ہے؟

ج: بلاشبہہ جو لوگ تہجد اور قیام اللیل کرنے والے روزہ داروں کے لیے سحری کا کھانا تیار کرتے ہیں، انھیں تہجد پڑھنے والوں کے برابر ثواب ملتا ہے، بلکہ ہوسکتا ہے ان کا ثواب اُن سے بڑھ کر ہو۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے حضرت انسؓ کہتے ہیں: ہم آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہوا تھا اور کچھ نے نہیں۔ گرم دن تھا، ایک جگہ ہمارا پڑاؤ ہوا، سایے کا کوئی بندوبست نہ تھا، لوگ اپنی چادروں یا اپنے ہاتھوں سے سورج کی تپش سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جن لوگوں نے روزہ رکھا ہوا تھا وہ گر گئے اور جنھوں نے روزہ نہیں رکھا تھا وہ اُٹھے، سایے کا بندوبست کیا، سواری کے جانوروں کو پانی پلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آج بے روزہ لوگ اجروثواب لے گئے''۔ دوسری حدیث میں آپؐ کا ارشاد ہے: مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فَقَدْ غَذَا (جس نے کسی جہاد پر جانے والے کو ساز و سامان مہیا کیا، گویا وہ خود جہاد میں شریک ہوا)۔ سحری تیار کرنے والوں کو تہجد کی نماز کا اپنا حصہ بالکل چھوڑ نہیں دینا چاہیے، تھوڑا بہت قیام کرلینا چاہیے۔ بالخصوص اگر باجماعت قیام اللیل کی نماز ہورہی ہے تو آخری حصے، یعنی وتر نماز میں شریک ہونا چاہیے، تاکہ انھیں جماعت میں شریک ہونے اور امام کے ساتھ نماز ختم کرنے کا اجر حاصل ہو جو پوری رات قیام کرنے کے برابر ہے۔(ڈاکٹر عبدالحی ابڑو)

رمضان سے بہتر استفادے کی صورت

س: رمضان کے آغاز پر میں نے اپنے آپ سے عہد کیا تھا کہ قرآن مجید کے کئی ختم

رسائل و مسائل

عورتوں کی تراویح میں شرکت

سوال: اگر شرعی حجاب کے ساتھ عورت نمازِ تراویح یا کسی بھی فرض نماز کے لیے مسجد جائے تو کیا اسے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا وہی اجر و ثواب حاصل ہوگا جو مرد کو ہوتا ہے، یا یہ اجر و ثواب مردوں کے لیے مخصوص ہے؟

جواب: تمام فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت اگر اپنے گھر میں نماز پڑھے چاہے تنہا ہی پڑھے اس کا اجر و ثواب مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے سے زیادہ ہے۔ جیسے حضرت اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَیْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُیُوْتِھِنَّ (احمد) ''عورتوں کے لیے بہترین مسجد، ان کے گھر کا ایک کونہ ہے''۔ جماعت کی فضیلت کا اجر و ثواب مردوں کے ساتھ مخصوص ہے، مردوں کو ہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ مسجد میں آ کر نماز پڑھیں، البتہ نمازِ عید کے لیے نکلنے کا حکم مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔

فقہا کا تو اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ عورتیں اپنے گھروں یا خواتین کے مدارس اور کالجوں، جامعات وغیرہ میں باجماعت نماز پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟ بعض فقہا کے نزدیک ایسا کرنا سنت ہے، بعض کے نزدیک مباح، اور بعض کے نزدیک عورتوں کے لیے اپنی جماعت کرانا مکروہ ہے۔ جو فقہا عورتوں کی جماعت کو جائز بلکہ مستحب کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم ورقہؓ کو اپنے گھر والوں کو باجماعت نماز پڑھانے کی اجازت دی تھی۔ اُم المومنین حضرت عائشہؓ کے بارے میں روایتیں ملتی ہیں کہ بعض اوقات انھوں نے عورتوں کی امامت کرائی اور صف میں ان کے درمیان کھڑی ہوئیں اور بلند آواز سے قراءت کی۔

کروں گا مگر افسوس ہے کہ مجھے وقت نہیں مل رہا۔ آٹھ دس گھنٹے کام کر کے جب گھر واپس آتا ہوں تو افطار کا وقت قریب ہوتا ہے۔ افطار کے بعد تھکاوٹ کی وجہ سے کوئی کام نہیں کر پاتا۔ بمشکل نماز ادا کر کے صبح تک آرام کرتا ہوں۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟

ج: مومن سے تقاضا یہ ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائیاں بیک وقت حاصل کرے، نہ آخرت کے بہانے دنیا کو بالکل چھوڑ دے اور نہ دنیا میں منہمک ہوکر آخرت ہی کو بھول جائے۔ دنیا تو آخرت کا زینہ ہے۔ اس سے آخرت کے لیے زادِ راہ حاصل کرنا ہے۔ دنیا آخری ٹھکانا نہیں، بلکہ یہ ایک گزرگاہ ہے جہاں سے انسان نے آخرت کی طرف کوچ کرنا ہے۔ عقل مند وہ ہے جو اس کوچ اور سفر کے لیے تیاری کرے۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: سب سے زیادہ عقل مند انسان کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو موت کو بہت زیادہ یاد رکھتا ہے اور اس کے لیے سخت تیاری کرتا ہے (طبرانی)۔ چنانچہ کوچ کے دن کے لیے تیاری انتہائی ضروری ہے۔

انسان کو چاہیے کہ بیک وقت دنیا کے لیے بھی سعی و جہد کرے اور آخرت کے لیے بھی۔ انسان کو گھر، لباس، خوراک اور مال و متاع چاہیے تاکہ اس کا تن بدن زندہ و سلامت رہے، ساتھ ساتھ اسے درست ایمان، نماز، روزہ، اللہ تعالیٰ کے ذکر، قرآن کی تلاوت اور لوگوں کے ساتھ نیکی وغیرہ کی بھی ضرورت ہے تاکہ اس کا دل اور روح زندہ رہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ ج (انفال ۸:۲۴) ”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے بلاوے پر لبیک کہو۔ جب وہ تمھیں ایسے کاموں کی طرف بلائیں جن میں تمھاری زندگی ہے“۔

چنانچہ ایک مسلمان کو اس بات کی ضرورت ہے کہ رمضان میں یا رمضان کے علاوہ قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ اس کا روزانہ قرآن مجید کا ایک مقررہ ورد ہونا چاہیے تاکہ وہ قرآن کا زیادہ سے زیادہ ۴۰ دن تک ایک ختم کرسکے، جب کہ ماہِ رمضان میں اس سے زیادہ ہونا چاہیے۔ رمضان عبادات اور تلاوتِ قرآن کا سب سے اچھا موسم ہے۔ آپ اپنے وقت کی تنظیم نو کریں، ایک گھنٹہ نکال کر آپ دو پاروں سے زیادہ کی تلاوت کرسکتے ہیں۔ اس طرح آپ دو یا تین بار ختم قرآن کرسکتے ہیں۔ جو وقت آپ کا گاڑی یا بس میں گزرتا ہے، اس کو استعمال کرسکتے ہیں۔ مُصحف کا نسخہ ہمیشہ آپ کے پاس ہونا چاہیے۔ اس طرح اگر آپ اس وقت کو ہی استعمال کریں تو اس مختصر وقت

میں کئی بار ختم قرآن کر سکتے ہیں۔ آپ دفتر یا کاروبار سے کام کا دورانیہ بھی کم کروا سکتے ہیں چاہے اس سے آپ کی تنخواہ اور آمدنی میں کچھ کمی ہی واقع ہو۔ اس قربانی کا اللہ آپ کو بہتر بدل عطا فرمائے گا۔ رمضان کا آخری عشرہ پورا یا اس کے چند دن آپ چھٹی بھی لے سکتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اس ماہِ مبارک سے حتی الوسع استفادے کی کوشش کریں۔ اللہ ہمیں اپنی اطاعت میں لگا دے۔

اگر کام کا دورانیہ کم کرنا یا چھٹی لینا ممکن نہ ہو تو بھی اپنی طاقت کے مطابق امکانی حد تک اپنے وقت کا پورا پورا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کیجیے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ قرآن کی تلاوت کا آپ کو کس قدر شوق ہے اور اگر کام کی رکاوٹ نہ ہوتی تو آپ اس شوق کو ضرور پورا کرتے، تو اللہ آپ کو اس نیت کے مطابق اجروثواب سے ضرور نوازیں گے۔ (ڈاکٹر عبدالحی ابڑو)

روزے میں گرمی کی شدت کو کم کرنا

س: کیا ایک آدمی روزے کی خاطر اپنا گرم علاقہ چھوڑ کر کسی ٹھنڈے علاقے کی طرف یا ایسے ملک کی طرف جہاں دن چھوٹا ہوتا ہے، جا سکتا ہے؟

ج: اس میں کوئی حرج نہیں۔ ایسا کرنے سے عبادت کی ادایگی میں آسانی ہو سکتی ہے، اور عبادت میں آسانی پیدا کرنا مطلوب چیز ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں پیاس یا گرمی کی وجہ سے سر پر پانی ڈالتے تھے (احمد، ابوداؤد)۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روزے کی حالت میں کپڑا بھگو کر اُوپر لے لیتے تھے۔ حضرت کا ایک پانی کا حوض ہوتا، روزے کی حالت میں آپ اس میں چلے جاتے تھے۔ مقصد عبادت کی مشقت کو کم کرنا تھا۔ عبادت میں مشقت جس قدر کم ہوگی بندہ پوری توجہ، انہماک اور اطمینان سے اسے ادا کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب روک کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانا لگ چکا ہو یا رفع حاجت کی ضرورت ہو تو اس صورت میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے (مسلم)۔ یہ احکام اس لیے دیے گئے ہیں تاکہ بندہ جب عبادت کر رہا ہو وہ پوری طرح راحت و اطمینان سے ہو اور اپنے رب کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو۔ اس لیے اگر روزے دار ایئر کنڈیشنڈ یا ٹھنڈے کمرے میں وقت گزارے تو کوئی حرج نہیں۔ (ڈاکٹر عبدالحی ابڑو)

رمضان کے قضا روزوں کی ادایگی

س: میرے چند روزے شرعی عذر (یعنی ایام) کی وجہ سے پچھلے رمضان میں قضا ہوگئے تھے، مگر میں نے ابھی تک قضا روزے نہیں رکھے۔ اب دوسرا ماہِ رمضان شروع ہوگیا ہے، مجھے کیا کرنا چاہیے؟

ج: مریض، مسافر، شرعی عذر رکھنے والی عورت کے لیے بنیادی حکم تو یہی ہے کہ ان کے جو روزے قضا ہوں، عذر ختم ہونے کے بعد جلد رکھ لینے چاہییں تاکہ وہ اس فرض سے سبکدوش ہوجائیں۔ اگر ان کا ارادہ قضا روزے رکھنے کا تھا مگر نہ رکھ سکیں تو ان شاءاللہ تاخیر سے وہ گنہگار نہ ہوں گے، اس لیے کہ ان کی فوری قضا فرض نہیں۔ چنانچہ وہ قضا روزے رکھنے سے پہلے دیگر نفلی روزے بھی رکھ سکتے ہیں۔ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ کا یہ قول ملتا ہے کہ میرے ذمے رمضان کے قضا روزے ہوتے تھے اور مَیں وہ شعبان میں ہی رکھ پاتی تھی، حالانکہ آپؓ سال کے دوران دیگر نفلی روزے بھی رکھتی تھیں۔

مطلب یہ کہ دوسرا رمضان آنے تک اگر پچھلے رمضان کے قضا روزے نہ رکھے جاسکے اور اس کی وجہ کوئی مجبوری تھی تو تمام فقہا کے نزدیک اس تاخیر پر اس کا کوئی مواخذہ یا کفارہ نہیں۔ لیکن اگر کسی مجبوری یا عذر کے بغیر اس نے قضا روزے نہ رکھے تو کئی صحابہ کی راے ہے کہ اس تاخیر پر ہر روزے کے بدلے میں قضا کے ساتھ ساتھ ایک مسکین کی ایک دن کی خوراک کا کفارہ بھی ادا کرے۔ تینوں ائمہ امام مالک، شافعی اور احمد کی راے بھی یہی ہے۔ دوسری راے یہ ہے کہ اس پر صرف روزوں کی قضا لازم ہے، کوئی کفارہ نہیں۔ امام ابوحنیفہ اور آپ کے شاگردوں کی یہی راے ہے۔ مسلک اہلِ حدیث کے عالم نواب صدیق حسن خان نے بھی اسی راے کو ترجیح دی ہے۔ لیکن اگر استطاعت ہو تو جمہور کی راے کے مطابق قضا کے ساتھ کفارہ بھی ادا کیا جائے، تو یہ زیادہ بہتر اور مستحب ہے۔ اگر صرف روزے ہی رکھ لیے جائیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ (ڈاکٹر عبدالحی ابڑو)

دعوت افطار کن کے لیے؟

س: یہ بات واضح ہے کہ رمضان میں کسی روزہ دار کو افطار کرانا بڑے اجروثواب کا کام

ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس روزہ دار سے مراد کون ہے؟ مسافر یا وہ جو خود افطار کرنے کی مالی استطاعت نہیں رکھتا، یا کوئی اور جو مالی لحاظ سے خوش حال ہو؟ ہم یہاں مسلم کمیونٹی کے افراد خوش حال زندگی گزار رہے ہیں۔ محض تفاخر اور ایک دوسرے کے مقابلے کے لیے افطار پارٹیاں کرتے ہیں۔ کیا اس سے بھی اجروثواب حاصل ہوتا ہے؟

ج: روزہ دار کو روزہ افطار کروانے والے کو روزہ دار کے برابر اجر ملے گا اور اس سے روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ یہ اجروثواب بلاتفریق ہر روزہ دار کو افطار کروانے پر ملتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ روزہ دار نادار و محتاج ہو، اس لیے کہ یہ بطور صدقہ و خیرات نہیں بلکہ بطور ہدیہ ہے اور ہدیہ کے لیے یہ شرط نہیں کہ جس کو ہدیہ اور تحفہ دیا جا رہا ہے وہ فقیر اور ضرورت مند ہو، بلکہ تحفہ خوش حال اور نادار دونوں کو دیا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف وہ دعوتیں جو نمود و نمایش اور تفاخر کے لیے کی جائیں، درست نہیں۔ ایسی دعوتیں کرنے والوں کو اجروثواب نہیں ملتا، وہ اپنے آپ کو بڑے اجر سے محروم کر دیتے ہیں۔ جس کو ایسی پارٹیوں کی دعوت دی جائے تو اسے ان میں شریک نہیں ہونا چاہیے، اور معذرت کرتے ہوئے حکیمانہ انداز سے مدعو کرنے والے کو سمجھانا چاہیے، اور کسی مخصوص شخص کو ٹارگٹ بنانے کے بجائے عمومی انداز سے بات کرتے ہوئے شریعت کا حکم واضح کرنا چاہیے۔ نرمی اور حکمت سے کی گئی بات کا بہرحال اثر ہو کر رہتا ہے۔ (ڈاکٹر عبدالحی ابڑو)

دعوتِ افطار سے معذرت

س: کیا افطار کی دعوت سے وقت ضائع ہونے کی بنا پر معذرت کی جاسکتی ہے؟

ج: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی دعوت کو قبول کیا جائے، مگر اگر کوئی مجبوری ہو تو خوش گوار انداز سے معذرت بھی کی جاسکتی ہے۔ رمضان میں کی جانے والی بعض افطار پارٹیوں میں مغرب کی نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا، بلکہ بعض صورتوں میں تو نمازِ عشاء اور تراویح بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ اس طرح کی افطار پارٹیوں میں شرکت سے معذرت کی جائے۔ اس طرح عبادات اور ذکرِالٰہی کے لیے وقت بچایا جاسکتا ہے، خاص طور پر رمضان کے ان قیمتی لمحات میں، جب کہ عبادات کا اجروثواب کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ (ڈاکٹر عبدالحی ابڑو)

مقروض کی زکوٰۃ کی ادایگی

س: میرا ایک دوست ہے، جسے میں نے بطور قرض ۳۰۰ دینار دیے تھے۔ اس وقت وہ طالب علم تھا۔ اب وہ فراغت حاصل کرچکا ہے لیکن اب تک اسے کوئی نوکری نہیں ملی ہے۔ اس کی مالی پوزیشن خراب دیکھتے ہوئے میں نے اس رقم پر جو زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، وہ اسے دے دی۔ کیا میرا یہ عمل درست ہے؟ کیا میں اس رقم کی زکوٰۃ نکالتا رہوں جو بہ دستور میرے دوست پر قرض ہے؟

ج: قرض کی واپسی اگر کسی بھی مرحلے میں ممکن ہے، یعنی جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ وہ کبھی نہ کبھی واپس مل جائے گا، تو اس پر جمہور فقہا کے نزدیک ہر سال زکوٰۃ واجب ہے۔ بعض فقہا کے نزدیک اس کی زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوتی ہے جب وہ واپس مل جائے، لیکن اگر قرض کی واپسی ناممکن ہو تو ایسی صورت میں اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ البتہ ناممکن ہونے کے باوجود وہ رقم کسی مرحلے میں واپس مل جائے تو اس پر صرف ایک سال کی زکوٰۃ واجب ہے۔

آپ نے اپنے دوست کی خراب مالی پوزیشن کے پیش نظر اس رقم کی زکوٰۃ اسے دے دی یہ بالکل جائز ہے، کیوں کہ آپ کا دوست مسکین کے زمرے میں شمار کیا جائے گا، یا اپنے گھر والوں سے دُور ہے تو مسافر شمار کیا جائے گا۔ یونی ورسٹی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اسے زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے کیوں کہ محض ڈگری نہ اس کا پیٹ بھر سکتی ہے اور نہ تن ڈھانپ سکتی ہے، بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ آپ یہ قرض معاف کردیں اور اس رقم کو آپ زکوٰۃ شمار کرلیں جیسا کہ بعض فقہا کا قول ہے۔ (ڈاکٹر محمد یوسف قرضاوی، فتاویٰ یوسف قرضاوی، ترجمہ: سید زاہد اصغر فلاحی، مرکزی مکتبہ اسلامی، نئی دہلی، ص ۱۴۱)

زکوٰۃ کے لیے زمین کی قیمت کا تعیّن

س: میرے پاس چند قطعہ اراضی ہیں جنھیں میں نے ایک مدت قبل خریدا تھا۔ اگر اس پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے تو کیا اُس قیمت کے لحاظ سے ادا کی جائے گی، جس قیمت پر میں نے اس زمین کو برسوں قبل خریدا تھا، یا ہر سال زکوٰۃ کی ادائی کے وقت اس کی حالیہ

قیمت کے لحاظ سے؟ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ہر سال زمین کی قیمت نکالنا ایک مسئلہ ہے۔

ج: زکوٰۃ کی ادایگی کے اعتبار سے زمین کی دو قسمیں ہیں:

۱- ایک زمین وہ ہوتی ہے جسے انسان صرف اس نیت سے خریدتا ہے کہ کچھ مدت گزرنے کے بعد جب اس کی قیمت میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا، تو اسے فروخت کر کے کچھ فائدہ کما لے۔ ایسی صورت میں زمین کی حیثیت عروض التجارۃ (مالِ تجارت) کی سی ہے۔ چنانچہ جس طرح مالِ تجارت کی قیمت کا اندازہ کر کے اس کی زکوٰۃ نکالی جاتی ہے، اسی طرح اس زمین کی قیمت کا اندازہ کر کے اس پر ڈھائی فی صد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ قیمت کا اندازہ ہر سال لگایا جائے کیوں کہ ہر سال اس کی قیمت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ جب اس کی قیمت میں اضافہ ہو رہا ہے تو بلاشبہہ اس کی زکوٰۃ کی مقدار میں بھی اضافہ ہونا چاہیے۔ یہی جمہور علما و فقہا کا قول ہے۔ البتہ امام مالک کہتے ہیں کہ زمین کی قیمت کا اندازہ صرف ایک بار لگایا جائے اور اس کی زکوٰۃ بھی صرف ایک بار ادا کی جائے گی، یعنی اسے فروخت کرتے وقت، اس زمین کی جو قیمت ملتی ہے اس میں سے ڈھائی فی صد زکوٰۃ کی مد میں نکال دیا جائے گا۔ بہرحال جمہور علما کا قول زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کیوں کہ جس زمین کو آپ نے اس سال ۱۰ ہزار میں خریدا ہے، دو سال کے بعد آپ اسے ۵۰ ہزار میں فروخت کرتے ہیں، تو کیا آپ کا ضمیر گوارا کرے گا کہ زکوٰۃ صرف ۱۰ ہزار پر نکالیں؟ بعض حالتوں میں امام مالک کے مسلک پر بھی عمل کیا جاسکتا ہے، مثلاً ایسی حالت میں کہ زمین کی قیمت بہت گر گئی ہو۔ آپ نے اسے ۱۰ ہزار میں خریدا اور کئی سال گزرنے کے باوجود اس کی قیمت ۱۰ ہزار سے بھی کم ہو۔ ایسی صورت میں امام مالک کے مسلک پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

۲- دوسری زمین وہ ہوتی ہے، جسے فروخت کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس پر کرایے کی خاطر دکان یا مکان بنانے کے لیے خریدتے ہیں۔ ایسی زمین پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔ البتہ تعمیر کا کام مکمل ہو جانے کے بعد جو کرایہ اس دکان یا مکان سے آئے گا اس پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا۔

(ڈاکٹر محمد یوسف قرضاوی، ایضاً، ص ۱۳۹-۱۴۰)

کتاب نما

شمائل ترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد الترمذی، ترجمہ وتخریج: حافظ زبیر علی زئی۔ ناشر: مکتبہ اسلامیہ، رحمن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ فون: ۰۴۲-۳۷۲۴۴۹۷۳۔ صفحات: ۴۶۷۔ قیمت: درج نہیں۔

ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (م: ۲۷۹ھ) کے روایت کردہ مجموعۂ احادیث جامع ترمذی کا شمار صحاحِ ستہ میں ہوتا ہے۔ یہی مجموعہ امام کی شہرت کا باعث ہے۔ اس بہت بڑے اعزاز کے ساتھ انھیں یہ سعادت بھی حاصل ہوئی کہ انھوں نے رسول کریمؐ کی شخصیت، عادات وخصائل اور آداب واخلاق کے بارے میں محدثانہ اسلوب میں الشمائل کے نام سے ایک کتاب مرتب فرمائی۔ غالباً امام ترمذی محدثین میں سے پہلے فرد ہیں جنھوں نے اس موضوع پر احادیث کو باقاعدہ طور پر یک جا کیا۔ آپ کے بعد اس موضوع پر بہت سے علماے حدیث نے کام کیا جن میں امام بغوی (م: ۵۱۶ھ)، امام نسفی (م: ۴۳۲ھ)، امام اصبہانی (م: ۳۶۹ھ)، ابن کثیر (۷۷۴ھ) اور السیوطی (۹۱۱ھ) کے نام نمایاں ہیں۔ ان تمام کتب میں شمائل ترمذی کو جو قبولِ عام حاصل ہوا، اس کا تسلسل اب بھی قائم ہے۔

شمائل ترمذی کی متعدد عربی شرحیں بھی علماے حدیث نے رقم کی ہیں۔ ان میں مُلّا علی قاری (م: ۱۰۱۶ھ)، ابراہیم الشافعی (م: ۱۲۷۷ھ) اور ناصرالدین الالبانی (م: ۱۴۲۰ھ) کے نام معروف ہیں۔ شمائل ترمذی کی اُردو شرح پر بھی خاصا کام ہوا ہے۔ ان میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، امیر شاہ گیلانی، عبدالصمد ریالوی ومنیر احمد وقار اور عبدالقیوم حقانی کی شروح معروف ہیں۔

اُردو میں موجود ان شرحوں میں زیرنظر کتاب کی صورت میں ایک جان دار اضافہ شمائل ترمذی: ترجمہ، تحقیق وفوائد کے نام سے سامنے آیا ہے۔ مصنف علمِ جرح وتعدیل پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ انھوں نے شمائل ترمذی کے ترجمہ وشرح کو تحقیقی خوبیوں سے آراستہ کر کے پیش کیا

ہے۔ ترجمانی اور تحقیق میں توازن اور جامعیت سے کام لیا گیا ہے۔ دو قلمی نسخوں اور بعض مطبوعہ نسخوں سے تقابل کرکے متن کی تصحیح کی گئی ہے۔ عربی متن کے ساتھ اُردو ترجمے کے بعد ہر حدیث کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ صحیح ہے، حسن ہے یا ضعیف وغیرہ۔ امام ترمذی نے جن محدثین کی روایت کردہ احادیث کا ذکر کیا ہے، اُن کے حوالے بھی درج کر دیے گئے ہیں۔ 'شرح و فوائد' کے عنوان سے مختصر مگر جامع شرح میں مفید نکات ملتے ہیں۔ آغازِ کتاب میں اُردو اور آخر میں عربی فہرست ِابواب دی گئی ہے۔ ۵۶/ابواب میں ۴۱۷ احادیث کا مستند متن، آسان ترجمہ، اسنادی حیثیت اور مختصر شرح پیش کی گئی ہے۔

اس کا اسلوبِ تحریر و تحقیق خالصتاً محدثانہ و عالمانہ ہے۔ اس بنا پر یہ کتاب عوام کی نسبت علمِ حدیث کے طلبہ، اساتذہ، محققین اور مقررین و خطبا کے لیے زیادہ مفید ثابت ہوگی۔ شمائل ترمذی کی اُردو شرحوں میں اس کتاب کو سب سے مستند اور جامع قرار دیا جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کو اس کاوش پر اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین! (ارشاد الرحمٰن)

تکمیلِ رسالت و نبوت و حیات خاتم النبیینؐ، لیفٹیننٹ کمانڈر (ر) محسن اختر۔ ناشر: اسلامک ریسرچ اکیڈیمی، ۳۵-ڈی، بلاک ۵، فیڈرل بی ایریا، کراچی۔ صفحات: ۶۴۸۔ قیمت: ۷۰۰ روپے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر لکھی گئی کتب میں آپؐ کی شخصیت کے کسی نہ کسی پہلو کو نمایاں کر کے پیش کیا گیا ہے۔ سیرت النبیؐ پر بعض کتب تصوف کا رنگ لیے ہوتی ہیں، بعض دوسری کتابوں میں ان کے مجاہدانہ کارناموں کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ زیرتبصرہ کتاب کے مصنف نے بنی نوعِ انسان کو یہ باور کرایا ہے کہ وہ آپس کی نفرت و کدورت، لڑائی جھگڑے میں نہ اُلجھیں اور سب اپنے آقا کی تابع داری میں لگ جائیں (ص ۳۱)۔ یہ کتاب بنیادی طور پر اہلِ مغرب کے لیے انگریزی زبان میں لکھی گئی اور امریکا میں شائع ہوئی۔ اس کا اُردو ترجمہ بھی مصنف نے خود کیا ہے۔

کتاب ۲۲۲ عنوانات اور ۳۲۵ ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے، ان تمام چھوٹے بڑے عنوانات کے تحت حضور اکرمؐ کی پیدائش سے قبل، عالمی مذہبی حالت، سیاسی تاریخ، قبائل کے حالات، حضور اکرمؐ کے اجداد اور عرب تہذیب و ثقافت، حضور اکرمؐ کی پیدائش، آپؐ کی بعثت اور سیرت و سوانح سے متعلق تفصیلات سے لے کر آپؐ کی وفات تک کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ حسبِ ضرورت قرآنی آیات

اور احادیث کا حوالہ دیا گیا ہے۔ کتاب میں سیرت النبیؐ اور قرآنی تعلیمات کو حالاتِ حاضرہ سے مطابقت دینے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ مصنف حضور اکرمؐ کی سیرتِ مبارکہ کے واقعات قلم بند کرتے ہوئے آج کے مسلمانوں کو دعوتِ عمل دیتے ہیں اور صورت حال کی تبدیلی اور ترقی کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔

کتاب کے آخری حصے میں مسلمان اقوام کے زوال کے اسباب لکھے گئے ہیں جن میں سب سے بڑی وجہ ملوکیت کا تسلط ہے۔ قرآن وسنت ترک کر دینے کی بنا پر مسلمانوں پر نکبت وادبار کی گھٹا چھانے لگی۔ اس کے ازالے کے لیے اُسی صراطِ مستقیم کو اختیار کرنے پر زور دیا گیا ہے جو رسول اکرمؐ نے طے کردی۔ آج انسان تمام قسم کے نظریاتی ازموں کو آزما چکا ہے، اسے اگر سکون وقرار مل سکتا ہے تو قرآن وسنت کے مطابق ضابطۂ حیات اپنانے سے مل سکتا ہے۔ (ظفر حجازی)

حج وعمرہ کے احکام، شگفتہ عمر۔ مکتبہ راحت الاسلام، مکان ۲۶، سٹریٹ ۴۸، ایف ایٹ فور، اسلام آباد۔ صفحات: ۴۳۸۔ قیمت: ۱۴۵۰ روپے۔

پاکستان سے ہر سال دولاکھ مسلمان فریضۂ حج ادا کرتے ہیں۔ اگر یہ سوال ہو کہ ان میں سے کتنے حج کے مسائل اور احکام سے پوری طرح واقف ہوتے ہیں اور شعوری طور پر احکامِ حج پر عمل پیرا بھی ہوتے ہیں تو اس کا جواب آسان نہ ہوگا۔ پس اسی لیے نہایت ضروری ہے کہ عازمِ حج پہلی بار ہی مسائل کا بخوبی مطالعہ کر کے، تربیت حاصل کر کے اور یوں احکام ومسائل سے پوری طرح واقف ہو کر سفر مقدس پر روانہ ہو۔ اس تربیت اور واقفیت کے لیے زیرنظر کتاب عازمینِ حج کی بخوبی اور کافی وشافی راہ نمائی کرتی ہے۔ مؤلفہ کو دو تین بار حج وعمرے کا موقع ملا۔ اولین حج (۱۹۸۸ء) کے بعد ہی سے انھوں نے اپنے تجربات کی روشنی میں ایک راہ نما کتاب کی تیاری شروع کر دی تھی جو اُن کے ۲۰، ۲۲ برسوں کے مشاہدے کے نتیجے اور مطالعے کے نچوڑ کے طور پر ہمارے سامنے ہے۔ اس کی ضخیم کتاب میں حج اور عمرے کے احکام ومسائل اور جملہ متعلقات کو بنیادی مآخذ کی مدد سے سادہ اور عام فہم انداز میں شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

مسائل واحکام کی تشریح اور وضاحت کا زیادہ تر رُخ خواتین عازمینِ حج وعمرہ کی طرف

ہے۔ اور یہ اس لیے کہ عام کتابوں میں خواتین کے لیے احکام کو وضاحت وتفصیل سے اور عام فہم انداز میں بیان نہیں کیا جاتا تاہم مرد عازمین کو بھی اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے کوئی کمی محسوس نہیں ہوگی۔ بجاطور پر سرورق پر لکھا گیا ہے: ''مکمل راہنما کتاب برائے خواتین وحضرات''۔ حاجیوں کو تربیت دینے والے افراد اور ادارے (ٹرینر) بھی فقط اسی ایک کتاب کی مدد سے عازمینِ حج کی بخوبی تربیت کرسکتے ہیں۔

اس نوع کی کتابوں کے اندر عموماً مسلکی اختلافات اور ترجیحات کسی نہ کسی طور جھلکتی ہیں۔ اس کتاب میں فقہی اختلافات کا ذکر تو ہے مگر کسی ایک مسلک کی رائے کو دوسروں پر ترجیح نہیں دی گئی۔ چنانچہ مختلف مسالک کے قدیم و جدید علما (مولانا محمد میاں صدیقی، مولانا عبدالمالک، مولانا محمد راغب حسین نعیمی، مولانا مصباح الرحمٰن یوسفی اور ڈاکٹر حبیب الرحمٰن عاصم وغیرہ) نے مؤلفہ کی اس کاوش کی تحسین کی ہے، بلاشبہہ اپنے موضوع پر یہ ایک جامع، عمدہ، مستند اور متوازن کتاب ہے جس کی تصنیف وتالیف توفیق الٰہی کے بغیر ممکن نہ تھی۔ محترمہ شگفتہ عمر صاحبہ مبارک باد کی مستحق ہیں۔ یہ کتاب لکھ کر گویا انھوں نے آخرت کا زادِراہ تیار کرلیا ہے۔ مجلد کتاب مناظر ومراحلِ حج کی رنگین تصاویر سے مزین ہے۔ کاغذ عمدہ اور طباعت بے داغ مگر قیمت زیادہ محسوس ہوتی ہے۔

ساڑھے چار سو صفحات کا مطالعہ ہر عازمِ حج وعمرہ کے لیے ممکن نہیں چنانچہ مؤلفہ نے کم ضخامت کے چند کتابچے بھی شائع کیے ہیں (حجاج کرام کے لیے مفید معلومات اور مشورے، ۱۶۰ص۔ تاریخ و فلسفہ حج، ۲۸ص، راہنما بروشر وغیرہ) جن میں ضروری مسائل اور ہدایات کو مختصراً بیان کردیا گیا ہے۔ (دو کتابچے انگریزی میں بھی ہیں)۔ (رفیع الدین ہاشمی)

سچّی بات کالموں کی زبانی، سید فیاض الدین احمد۔ ناشر: اسلامک ریسرچ اکیڈمی، ڈی ۳۵، بلاک ۵، فیڈرل بی ایریا، کراچی۔ فون: ۰۲۱-۳۶۸۰۹۲۰۱۔ صفحات: ۲۵۵۔ قیمت: درج نہیں۔

سید فیاض الدین احمد صحافت وادب سے گذشتہ ۴۵ برس سے وابستہ ہیں، اور اس نسل سے تعلّق رکھتے ہیں جس نے پاکستان بنتے دیکھا اور پھر ان کی نظروں کے سامنے ۲۵ برس بعد ملک دولخت ہوگیا۔ آج، جب کہ تیسری نسل پروان چڑھ رہی ہے وہ ہر محبِّ وطن پاکستانی کی طرح ملک

کی سلامتی اور بگڑتی ہوئی صورت حال کے بارے میں تشویش سے دوچار ہیں۔ انھوں نے عوام کے جذبات کو زبان دیتے ہوئے ان کے دل کی بات کو سچّی بات کی صورت میں پیش کر دیا ہے۔

کتاب مختلف مواقع پر لکھے گئے کالموں کا مجموعہ ہے۔ مصنف نے ملکی سلامتی کو درپیش خطرات، مایوسی اور بے یقینی کی کیفیت، امریکا کی بالادستی اور بڑھتی ہوئی دراندازی، دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نتائج اور خمیازہ، معاشی بحران، قرضوں کا بوجھ اور بڑھتی ہوئی مہنگائی، اداروں کی بدحالی، لوڈشیڈنگ، معاشرتی مسائل، اخلاقی انحطاط اور دیگر موضوعات پر قلم اُٹھایا ہے۔ انھوں نے جہاں مسائل کی نشان دہی کی ہے، وہاں اُمید کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور مسائل کے حل کے لیے عملی تجاویز پیش کی ہیں۔ ملکی تاریخ کے اہم مراحل کا تذکرہ کرتے ہوئے مشرقی پاکستان کی یادوں کو تازہ کرتے ہیں اور سقوطِ مشرقی پاکتان کا تجزیہ بھی کیا ہے۔ بنگلہ دیش اور پاکستان کی قربت کے لیے ثقافتی روابط بڑھانے پر زور دیا ہے۔ کراچی، لاہور اور پشاور کے حوالے سے ان شہروں کی ماضی کی ثقافت پر روشنی ڈالی ہے۔ مصنف کو دنیا بھر میں گھومنے کا موقع ملا، کچھ مفید تجربات سے بھی قارئین کو آگاہ کرتے ہیں۔ موضوعات کے تنوع، تاریخ کے احوال، مشاہدات اور تجربات اور دل چسپ اندازِ بیان کی وجہ سے قاری کتاب کو پڑھتا چلا جاتا ہے۔ کتاب مایوسی کے اندھیروں میں اُمید اور عزم کا پیغام، اور عمل کے لیے تحریک دیتی ہے۔ (عمران ظہور غازی)

خوش حالی کچھ مشکل نہیں، پروفیسر ارشد جاوید۔ ناشر: علم و عرفان پبلشرز، الحمد مارکیٹ، ۴۰-اُردو بازار، لاہور۔ فون: ۳۷۲۳۲۳۳۶-۴۲-۰ صفحات: ۳۰۰۔ قیمت: ۲۱۱ روپے۔

ڈیل کارنیگی نے کتابوں کی جو نسل شروع کی تھی وہ ٹائم مینجمنٹ اور دیگر انتظامیات سے ہوتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہے کہ لوگوں کو اپنے ہر کام اور ہر مسئلے کے لیے چھپی چھپائی آزمودہ ترکیبیں مل جاتی ہیں۔ کوئی کامیابی کے سات راستے بتا رہا ہے، کوئی کامیاب انٹرویو دینے کے گُر۔ پیش نظر کتاب معروف ماہر نفسیات پروفیسر ارشد جاوید کے بقول ان کی ۲۵ سالہ محنت اور ریسرچ کا نتیجہ ہے۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کتاب میں کیا کچھ ہوگا۔

خیال آتا ہے کہ آج کل ترقی کا جو تصور ہے جس کا ماڈل ہمارے سامنے امریکا اور یورپ

ہے اور ہم جیسے پس ماندہ، ترقی پذیر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جتنا ان کے جیسے ہو جائیں، اتنا ہی ہم ترقی یافتہ ہیں۔ ہمارے کسی ماہر عمرانیات یا معاشیات کو مسلمانوں کے، یعنی اسلام کے تصورِ ترقی پر کوئی کاوش پیش کرنا چاہیے۔ ہم اپنے آپ کو غلط معیار پر ناپتے ہوئے خواہ مخواہ ہی احساسِ کمتری کا شکار ہوتے ہیں۔

اس کتاب کا جیسے عنوان بتا رہا ہے مرکزی خیال یہی ہے کہ پڑھنے والے کو خوش حال بننے کی کوشش کرنے کی طرف راغب کیا جائے، حوصلہ افزائی کی جائے، اسے آسان کام بنایا جائے اور اس کے لیے اپنی کُل صلاحیت لگانے کے طریقے بتائے جائیں۔ مصنف نے احادیث اور آیات سے استدلال کیا ہے۔ صاحبِ کتاب تو بہت زیادہ اس کے حق میں ہیں۔ یہاں تک کہ جو لوگ اسے مادیت کی دوڑ قرار دیتے ہیں، ان کے خیال میں یہ وہ لوگ کہتے ہیں جو خوش حال نہیں ہو سکے، یعنی انگور کھٹے ہیں۔ انھوں نے خوش حالی کا معیار یہ قرار دیا ہے کہ اس شخص کے پاس اپنا گھر، بڑی گاڑی، خاندان کے چار افراد کے لیے ماہانہ ۳ لاکھ کی آمدن ہو۔ اس سے زیادہ والا امیر ہوتا ہے جس کی روزانہ آمدنی ایک کروڑ اور اس کے پاس ایک ارب روپے ہوں۔ (ص ۲۷)

صاحبِ کتاب نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت عثمانؓ کی بار بار مثال دی ہے لیکن حضرت ابوذر غفاریؓ کی مثال نہیں دی۔ ان کی رائے میں دنیا کے ۹۰ فی صد مسائل کا حل پیسے میں ہے (ص ۷)۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: ''آج اگر کسی فرد کو نبوت اور غربت اکٹھی پیش کی جائے تو زیادہ امکان یہی ہے کہ وہ غربت و افلاس والی نبوت قبول کرنے سے معذرت کرے گا'' (ص ۱۵)۔ انھوں نے غربت کو ہر خرابی کا سبب قرار دیا ہے کہ یہ کفر تک لے جاتی ہے۔ انھوں نے یہ نہیں لکھا کہ ہمارے پیارے رسولؐ کی پسندیدہ دعا تھی کہ: ''اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں موت دے، اور (روزِ قیامت) مساکین کی جماعت میں اُٹھانا''۔ (ابن ماجہ، ۴۱۲۶)

کتاب اپنے موضوع پر واقعی اچھی کتاب ہے اور جو خوش حال ہونا چاہتا ہے، اس کا حق ہے کہ وہ خوش حال ہو، اور اخلاقیات اور حلال و حرام کی حدود کا لحاظ رکھتے ہوئے اور اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کی خاطر ہر طرح کی سعی کرے۔ مصنف نے ذاتی مشاہدوں اور تجربات کی بار بار مثالیں دی ہیں اور پاکستان میں ایسی مثالیں کم نہیں کہ وہ زمین سے اُٹھے اور آسمان تک پہنچ گئے۔ لاہور کی کیکس اینڈ بیکس کی شاخیں ۲۰۱۰ء میں ۳۰ بتائی ہیں۔ یہ کام ۵۰۰ روپے سے شروع ہوا۔ میں

نے کہیں پڑھا تھا کہ عبداللہ ہارون نے والدہ سے ۵۰ روپے لے کر ریڑھی لگانے سے کام شروع کیا۔ اس طرح کی مثالیں ہر طرف شائع ہوتی ہیں۔ اس کتاب میں بھی اَن گنت ہیں۔ گورمے (بیکری) کا ذکر ہے۔ اس طرح کی بہت سی مثالوں نے تاثیر میں اضافہ کر دیا ہے۔

مشکل یہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے یہ تاثر ہوتا ہے کہ زندگی کا مقصد خوش حالی کا حصول ہے، اور جو خوش حال نہیں وہ ناکام ہے (یقیناً صاحبِ کتاب اس تاثر سے اتفاق نہیں کریں گے)۔ ہماری دینی اقدار میں دنیاوی جدوجہد کے لیے جائز اور حلال کے علاوہ کوئی قدغن نہیں لیکن ہم قناعت کو اچھا سمجھتے ہیں۔ ہمارے لیے ان واقعات میں بڑی کشش ہے کہ اُم المومنینؓ نے نیچے بچھائی جانے والی چادر کی تہہ بڑھا دی تو آپؐ دیر تک سوتے رہے اور نماز نکل گئی۔ حضرت عمر فاروقؓ ایک عظیم الشان سلطنت کے حکمراں تھے لیکن ایسی چٹائی پر سوتے تھے کہ جسم پر نشان پڑ جاتے۔

اپنے موضوع پر یہ جامع اور مؤثر رہنما کتاب ہے۔ جو اس کتاب پر عمل کرے گا ان شاء اللہ بغیر مشکل کے خوش حال ہو جائے گا۔ اس کتاب کے آغاز میں مصنف کی ۱۰ کتابوں کی فہرست ہے، اس کے اُوپر لکھا ہے کہ "پروفیسر ارشد جاوید کی زندگی میں تبدیلی لانے والی شان دار کتب (یعنی کم سے کم مصنف کی زندگی میں تو تبدیلی آ گئی، یعنی خوش حالی آ گئی!)۔ (مسلم سجاد)

ماہنامہ سیارہ لاہور (اشاعت خاص ۵۸)، مدیر مسئول: حفیظ الرحمٰن احسن۔ ملنے کا پتا: کمرہ نمبر ۵، پہلی منزل، نور چیمبرز، بنگالی گلی، گنپت روڈ، لاہور۔ فون: ۳۷۲۴۵۳۰۵-۰۴۲۔ صفحات: ۵۸۱۔ قیمت (اشاعت خاص): ۵۰۰ روپے

جناب نعیم صدیقی مرحوم کے جاری کردہ مجلّے سیارہ کا خصوصی شمارہ ایک اہم ادبی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ قائداعظم کی رحلت اور حیدرآباد دکن کے سقوط پر لکھے گئے مولانا مودودی کے اداریوں سے پتا چلتا ہے کہ قوموں کے عروج و زوال کے اصول کیا ہیں، جب کہ 'تلاشِ حق' میں نعیم صدیقی قیامِ حق کی سرفروشانہ جدوجہد کی ضرورت پر زور دیتے ہیں جو فی الواقع ہمارے مسائل کا حل بھی ہے۔ اس میں حمدیہ و نعتیہ کلام، نظموں، غزلوں اور منظومات کے علاوہ افسانے، اور خصوصی مقالات شامل ہیں۔ 'گوشۂ خاص' کے تحت علامہ اقبال، سید مودودی اور خالد علوی پر خصوصی تحریریں

ہیں۔ ''سید مودودی اپنی ہینڈ رائٹنگ کے آئینے میں'' شخصیت کا ایک دل چسپ مطالعہ ہے۔اسی طرح احمد سجاد اور ڈاکٹر تحسین فراقی کے مصاحبے (انٹرویو)، ''نعیم صدیقی، میرے پسندیدہ شاعر''، ''عبدالرحمٰن بزمی، پیکرِ صدقِ رضا''، ''حفیظ میرٹھی، لندن میں'' اور ''زوال کا چاند ہمارا قومی نشان کیوں ہو؟'' وغیرہ بعض نئے گوشوں کو سامنے لاتے ہیں۔افسانوں میں نیر بانو 'حلقہ خواتین' میں ادب کے حوالے سے ایک بڑا نام تھا۔حفیظ الرحمٰن احسن نے جہاں نیر بانو کے ادبی مقام کے جائزہ لیا ہے اور ان کی ایک نادر تحریر 'ابن آدم' (ناولٹ) ازسرنو مرتب کر کے محترمہ سلمٰی یاسمین کے تعاون اور شکریے کے ساتھ شائع کی ہے۔

'اسلام اور ادب' کے تحت ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کا خطبہ، اور اسی موضوع پر محمد صلاح الدین شہید کا مضمون، ادب اسلامی سے دل چسپی رکھنے والوں کے لیے خاص طور پر قابلِ مطالعہ ہیں۔ علاوہ ازیں بہت سے افسانے، تبصرے اور چند ایک مزاحیہ تحریریں اس پرچے کو وقیع بناتی ہیں۔ سیارہ معیاری اور تعمیری ادب کا ترجمان اور نمونہ ہے۔مجلّہ سیارہ باذوق اور معیاری ادب کے قارئین کی توجہ چاہتا ہے۔(امجد عباسی)

گفتگو نما، ڈاکٹر راشد حمید۔ ناشر: پورب اکادمی، اسلام آباد۔فون: ۰۳۰۱-۵۵۹۵۸۶۱۔صفحات: ۲۴۶۔ قیمت: ندارد۔

یہ کتاب ۵۴ شاعروں، ادیبوں اور ناقدین ادب کے مصاحبوں (انٹرویو) پر مشتمل ہے اور اس میں ادب کے قارئین کے لیے دل چسپی کے بہت سے پہلو ہیں۔آپ کو اس طرح کے جملے دیکھنے کو ملیں گے ___ ''ترقی پسند تحریک کی بنیاد حالی نے رکھی جسے اقبال نے زوردار طریقے سے آگے بڑھایا'' (ڈاکٹر آفتاب احمد خاں) ___ ''ادب مذہب سے ماورا ہو ہی نہیں سکتا۔تخلیق کار صرف مشاہدے کا قائل ہو تو بھی مذہب سے فرار ممکن نہیں اور اگر وارداتِ قلبی بیان کرنی ہو تو پھر فرار کی کوئی صورت ممکن ہی نہیں'' (اختر عالم صدیقی) ___ ادب میں اختلاف رائے ہی ادب کا حُسن ہے اور یہ حُسن ان مکالموں میں وافر مقدار میں موجود ہے۔شاعری کی تخلیق کے مختلف پہلو، اچھے افسانے اور افسانہ نگار کی خوبیاں، بہترین مترجم کون ہوتا ہے ___ اس طرح کے بے شمار

سوال جو ادب کے نئے قارئین کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں انھیں ان سوالوں کا جواب اس کتاب میں مل جاتا ہے۔

مکالمے کے تن بدن میں روح اچھے سوال سے پیدا ہوتی ہے۔ ڈاکٹر راشد حمید ہیروں کی کان کنی کا فن جانتے ہیں۔ انھوں نے سوال کے کنڈے سے دانش وروں کے لاشعور سے بڑے پتے کی چیزیں اُگلوائی ہیں۔ ان مکالموں میں ایک دانش ور نے کہا ہے کہ اعلیٰ ادب پڑھنے کے بعد آپ وہ نہیں رہتے جو پڑھنے سے پہلے تھے ___ اس کتاب کے بارے میں یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ آپ کے فکروفن میں بڑی تبدیلی آئے گی، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مطالعۂ ادب کے شائقین کو ادب اور ادیبوں کو سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی۔ (عبداللّٰہ شاہ ہاشمی)

اشاریہ ماہ نامہ **شمس الاسلام**، مرتب: ڈاکٹر انوار احمد بگوی۔ ناشر: مکتبہ حزب الانصار، جامع مسجد بگویہ، بھیرہ (ضلع سرگودھا)۔ فون: ۶۹۷۵۴۷۴-۰۳۰۰۔ صفحات: ۴۲۵۔ قیمت: ۴۵۰ روپے۔

دعوتِ دین کے پھیلاؤ میں دینی رسائل و جرائد کا بڑا اہم کردار ہے۔ ایسے رسالے صرف بڑے شہروں سے نہیں، بلکہ مضافاتی قصبوں اور دُور دراز کے شہروں سے بھی دینِ حق کو پیش کرنے کا وسیلہ بنے ہیں۔ اس نوعیت کی ایک روشن مثال ماہ نامہ شمس الاسلام ہے، جس کا اجرا جون ۱۹۲۵ء میں ہوا۔ مختصر اور قلیل وقفوں کے ساتھ اس کی اشاعت نے بہت سے قیمتی مباحث کو پیش کیا۔ زیرِنظر کتاب میں ڈاکٹر انوار احمد بگوی نے تمام شماروں کو سامنے رکھ کر ایک تفصیلی اشاریہ مرتب کر دیا ہے، جو متلاشیانِ حق کے لیے ایک قیمتی مصدر ثابت ہوگا۔ (سلیم منصور خالد)

تعارف کتب

◉ **خدمت خلق**، قرآنی تعلیمات کی روشنی میں، مولانا امیرالدین مہر۔ ناشر: دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔ صفحات: ۶۸۔ قیمت: ۴۰ روپے۔ [مادیت اور نفسانفسی کے اس دور میں جب لوگ اپنے حقوق کا مطالبہ تو کرتے ہیں لیکن دوسروں کے حقوق ادا کرنے پر راضی نہیں، مصنف نے خدمتِ خلق کے تصور کو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اُجاگر کیا ہے، اور حق تلفی پر اللہ کی پکڑ اور وبال سے ڈرایا ہے۔ نیز اس بات کو بھی واضح کیا ہے کہ آج این جی اوز کی سرگرمیاں دیکھ کر لوگ سمجھتے ہیں کہ سماجی بہبود کا تصور مغرب کا دیا ہوا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مفادات سے بالاتر ہوکر محض بندوں کی خدمت کے ذریعے خدا کی خوش نودی کے حصول

کا عظیم تصور صرف اسلام کا دیا ہوا ہے۔ اپنے موضوع پر ایک مختصر اور جامع کتاب۔]

⊙ **پروفیسر ڈاکٹر عزیز انصاری علمی خدمات کے آئینے میں**، مرتب: شبیر احمد انصاری۔ حرا فاؤنڈیشن (وقف) پاکستان، پوسٹ بکس ۲۷۲۷۔ کراچی۔ صفحات: ۳۳۳۔ قیمت: ۳۰۰ روپے۔ [ڈاکٹر عزیز انصاری (پ: ۵ جون ۱۹۳۶ء) ادیب، استاد، محقق اور متعدد کتابوں کے مصنف، تقریباً ۳۰ سال گورنمنٹ کالج ٹنڈو آدم میں تدریسی فرائض انجام دیے۔ نام وَر عالم اور پیر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے معتقد، مرید اور شاگرد ہیں۔ یہ کتاب عزیز انصاری کی علمی خدمات کے ساتھ ساتھ ان کے سوانحی کوائف سے بھی آگاہ کرتی ہے۔ ان کی تصانیف پر تبصرے اور خود عزیز انصاری کی بعض تحریریں شامل ہیں۔ قدر شناسی کی ایک مناسب مثال ہے۔]

⊙ **ارقم ۳**، مشاہیر نمبر، مدیر اعلیٰ: ظفر حسین ظفر۔ دارارقم ماڈل کالج، راولاکوٹ، آزاد کشمیر۔ صفحات: ۴۳۱۔ قیمت: ۲۰۰ روپے۔ [کسی نجی، تعلیمی ادارے کی طرف سے ایسا وقیع، علمی اور خوب صورت رسالہ کم ہی شائع ہوتا ہے۔ یوں تو اس میں ہر طرح کی تحریریں (تحقیقی، تنقیدی، غزلیں، نظمیں، تبصرے، خاکے، مراسلے، ارقم نمبر۱ اور نمبر۲ پر تحسینی خطوط وغیرہ) شامل ہیں، لیکن ایک درجن سے زائد کشمیری (علمی، ادبی، سیاسی) شخصیات پر مضامین کی نسبت سے اسے 'مشاہیر نمبر' کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ تقریباً ساری تحریریں غیر مطبوعہ اور معیاری ہیں۔ ادارے نے ایک قابلِ تحسین مثال پیش کی ہے۔ خدا دوسرے اداروں کو بھی 'ارقم' کی تقلید کی توفیق بخشے۔]

مدیر کے نام

حفیظ الرحمٰن احسن، لاہور

حامد عبدالرحمٰن الکاف کا مقالہ 'تفہیم القرآن: مقاصد و اہداف' (مئی ۲۰۱۲ء) خیال افروز ہے، البتہ اس کا آخری عنوان 'اہم تقاضا' محلِ نظر ہے۔ صاحبِ مضمون کی یہ تجویز کہ تفہیم القرآن کے زبان و بیان کو موجودہ حالات کے تقاضوں کے تحت تبدیل کرنے کی ضرورت ہے، جتنی سادگی سے کہہ دی گئی ہے اُتنی ہی ناقابلِ قبول ہے اور عملاً ناممکن بھی۔ اگر ایک دفعہ یہ راستہ کھول دیا گیا تو پھر تفہیم کو دانستہ یا نادانستہ تحریف سے کوئی محفوظ نہیں رکھ سکے گا اور مضمون نگار کے پیش نظر جو فائدہ ہے وہ بھی حاصل نہیں ہو سکے گا۔

تفہیم القرآن نے ہر سطح کے ذہن کے لوگوں کو متوجہ اور متاثر کیا ہے اور تمام دائرہ ہاے زندگی کے لوگوں اور طبقات پر قرآن فہمی کے دروازے کھول دیے ہیں۔ اس کا اسلوبِ تحریر پہلے کبھی اس کے ترسیل خیالات وافکار میں رکاوٹ بنا ہے اور نہ آیندہ کبھی بنے گا۔ البتہ اگر کچھ مقامات واقعی ایسے ہوں جو توضیح طلب ہوں تو وہ الگ مضامین کی شکل میں یا تشریحی عبارات کی شکل میں لکھے جاسکتے ہیں، لیکن تفہیم کے اصل متن میں کسی قسم کی تبدیلی ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔ جو تصانیف کلاسک کا مقام حاصل کر لیتی ہیں وہ خود اپنی جگہ ایک معیار ہوتی ہیں جس کی تقلید کی جاتی ہے۔ اُنھیں ترمیم واصلاح کی سان پر نہیں چڑھایا جاتا۔ شیکسپیئر کے بعد انگریزی زبان و ادب و انشاء غیر معمولی تغیّرات سے گزر چکے ہیں، لیکن شیکسپیئر کے اسلوبِ بیان کو بدلنے کے بجاے تشریحات پر کتابوں کا وسیع ذخیرہ وجود میں آچکا ہے۔

جہاں تک سائنسی حقائق کے ارتقا اور تغیّرات کا ذکر ہے، اس لحاظ سے الگ معلومات مرتب کی جاسکتی ہیں اور سید مودودیؒ کے بیان کردہ سائنسی حقائق کو up to date کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ سب کچھ علمی ضمیموں کی شکل میں ہونا چاہیے جو وقتاً فوقتاً تفہیم القرآن کی مختلف جلدوں کے آخر میں شامل کر دیے جائیں۔

متین فکری، اسلام آباد

'تفہیم القرآن: مقاصد واہداف' میں مصنف نے تفہیم القرآن کی تخلیق وتصنیف میں سید مودودیؒ کی محنت وعرق ریزی پر روشنی ڈالی ہے اور اسے بجا طور پر ایک حرکی تفسیر قرار دیا ہے، جو آنے والے زمانوں میں بھی اسلامی تحریکوں کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ لیکن مضمون کے آخر میں انھوں نے تفہیم کو بدلتے ہوئے

زمانے سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اس میں 'تغیر و ترمیم' کی جو تجویز پیش کی ہے وہ نہایت تعجب خیز ہے۔

سید مودودیؒ کی تفہیم القرآن عہدِ حاضر کی سب سے نمایاں تفسیر ہے۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ آنے والے زمانوں میں اس کی شرح لکھی جائے اور علما و محققین اس سے کسبِ فیض کر کے اپنے نتائج فکر پیش کریں لیکن یہ کہنا انتہائی مضحکہ خیز ہے کہ تفہیم کا طرزِ اسلوب ہی بدل دیا جائے، زبان ہی تبدیل کردی جائے۔ یہ تجویز تو سید مودودی کے عظیم الشان علمی کارنامے کو غتربود کرنے کے مترادف ہے۔ میں یہاں یہ عرض کروں گا کہ کیا کبھی کسی نے حضرت علیؓ کی نہج البلاغہ، امام غزالیؒ کی کیمیاے سعادت، حضرت علی ہجویریؒ کی کشف المحجوب اور حضرت شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغۃ پر فرسودہ ہونے کی پھبتی کسی ہے۔ یہ اور ایسی ہزاروں کتابیں اپنی اصل برقرار رکھتے ہوئے اہلِ علم و جستجو کی اب بھی رہنمائی کر رہی ہیں اور کرتی رہیں گی۔

سرفراز حسین صدیقی، کراچی

'تفہیم القرآن: مقاصد و اہداف' میں آخر میں توجہ دلائی گئی ہے کہ تفہیم القرآن کو رائج الوقت اُردو میں ازسرنو تحریر کیا جائے۔ میری گزارش ہے کہ سید مودودیؒ کی تفہیم قرآن پاک کی ترجمانی و تفسیر کے ساتھ ساتھ ایک ادبی شاہکار بھی ہے۔ سید صاحب نے ترجمانی کے لیے اُردو کے وہ اعلیٰ اور ارفع الفاظ استعمال کیے ہیں کہ تفہیم کو بار بار پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ اُردو میں انگریزی کے بہت سے الفاظ رائج ہوتے جارہے ہیں، مثلاً 'بدعنوانی' کے بجائے کرپشن۔ ان حالات میں تفہیم نئی نسل کے لیے صحیح اُردو جاننے کا ایک اہم ماخذ بھی ہے۔

نسیم احمد، اسلام آباد

'تفہیم القرآن: مقاصد و اہداف' ایک ذہن کشا کاوش ہے کہ قارئین تفسیر پر واضح ہو کہ یہ کام کتنا کٹھن ہے۔ ایک ایک لفظ کتنی دیدہ ریزی اور احتیاط اور ذمہ داری سے لکھا گیا ہے۔ تفہیم القرآن کی آیندہ نسلوں تک تازگی برقرار رکھنے کے لیے ایک ادارے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ تفہیم ایک علمی اثاثہ ہے اور اس سے وہی قارئین پوری طرح استفادہ کرسکتے ہیں جو علم اور زبان کی اُس سطح پر ہوں جس پر یہ تحریر کی گئی ہے۔ ایک اصطلاح 'حقیقت نفس الامری' عام اُردو دان کے لیے نامانوس ہے۔ اسی طرح اور بھی مشکل الفاظ ہیں۔ اگر کوئی مستقل ادارہ قائم کیا جائے تو اس کو از خود یہ طے کرنا ہوگا کہ کون سی عبارت قابلِ تشریح ہے۔

احمد ابوسعید، حیدرآباد (آندھراپردیش)

ایک ادارہ 'عالم گیر تحریک تفہیم القرآن' قائم کیا جائے۔ اس ادارے کو چلانے کے لیے ورثۂ مودودیؒ تجدیدی فنڈ قائم کیا جائے۔ اس ادارے کی شاخیں پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، انگلینڈ، پیرس، امریکا اور منتخب عرب ممالک میں سہولت اور امکانات کے لحاظ سے قائم کی جائیں۔ اس ادارے کی نگرانی کا ایک نظام وضع کیا جائے۔ خود جناب سید حامد عبدالرحمٰن الکاف کی خدمات سے بھی فائدہ اُٹھایا جائے۔

تنویر قمر دانش، کراچی

'تفہیم القرآن: مقاصد و اہداف' (مئی ۲۰۱۲ء) میں تفہیم القرآن کا عمدہ تعارف سامنے آ گیا۔ تفہیم میں جس طرح اسرائیلی اور موضوع روایات سے پہلوتہی کی گئی ہے اور سلیس اور سادہ طرزِ تحریر سے قرآن کو نہایت آسان انداز میں سمجھایا گیا ہے، اس کی مثال عصرِ حاضر کی کسی تفسیر میں نہیں ملتی۔ اس کی ایک خصوصیّت اُس کا فرقہ وارانہ اختلاف سے پاک ہونا بھی ہے۔ 'ٹیپو سلطان شہید اور انتظامِ ریاست' از ڈاکٹر محمد سہیل سے ٹیپو سلطان کی شخصیت کا منفرد پہلو سامنے آیا۔ 'کشمیر کی مظلوم بیوائیں اور نیم بیوائیں' سے بھارت کی سفاکیت کا ایک پہلو مزید سامنے آیا!

سکینہ عبدالوہاب، خوشاب

'ہجرت نبویؐ اور ہم' (جون ۲۰۱۲ء) خوب صورت اندازِ تحریر ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے قاری سفرِ ہجرت میں شریک ہے۔ ہجرت کے مراحل اور دورانِ سفر پیش آمدہ واقعات مؤثر رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔

ڈاکٹر محمد آفتاب خان، راولپنڈی

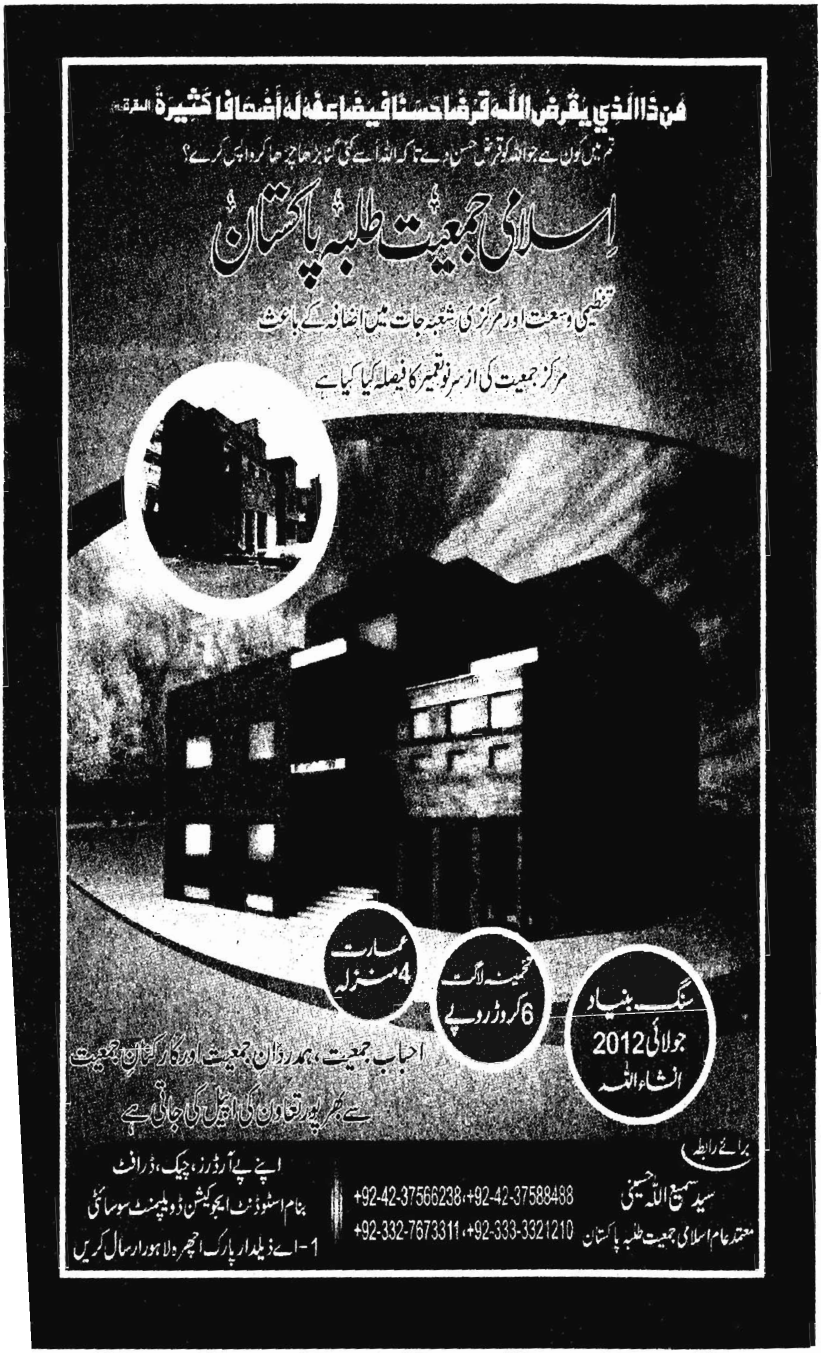
ڈاکٹر انیس احمد صاحب کا مضمون: 'جنسی تعلیم اسلامی اقدار کے تناظر میں' (جون ۲۰۱۲ء) نظر سے گزرا۔ موصوف نے جس بہترین انداز میں اس موضوع پر قلم اُٹھایا ہے، وہ وقت کا ایک اہم تقاضا ہے، اور اُمت مسلمہ کو اس اہم موضوع پر رہنمائی دینے کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔

چودھری محمد یوسف ایڈووکیٹ، گوجرانوالہ

'انگریزی ذریعہ تعلیم، شیوۂ غلامی' (جون ۲۰۱۲ء) میں اُردو کی ترویج کی دستوری ذمہ داری کا ذکر کر کے ایک اہم ترین ایشو کو ہائی لائٹ کیا گیا ہے۔ اس مسئلے کو یکسوئی کے ساتھ اپنے منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے بھرپور جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اس بارے میں عدالت عظمٰی سے رجوع بھی مفید ہو سکتا ہے۔ سپریم کورٹ نے ماضی میں عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرنے اور قصاص و دیت کے نفاذ کے لیے بہت مؤثر کردار ادا کیا۔ اس سلسلے میں جسٹس محمد افضل ظلہ کی خدمات تاریخ کا حصہ ہیں۔ اب نئے دور میں تو عدلیہ زیادہ فعال ہے۔

ہاجرہ مراد، لاہور

پنجاب حکومت کے فیصلے کے تحت انگلش میڈیم کو ذریعۂ تعلیم بنانے سے ملک و قوم کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، اور اسلامی تہذیب و تشخص کو جس نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا، اس کا اندازہ 'انگریزی ذریعۂ تعلیم: شیوۂ غلامی' (جون ۲۰۱۲ء) پڑھ کر ہوا۔ فی الحقیقت اُردو زبان کی حفاظت دینی و اسلامی سرمایے کی حفاظت کے مترادف ہے، جس کے لیے ہر باشعور اور محبِ وطن پاکستانی کو اپنا حصہ ڈالنا چاہیے۔

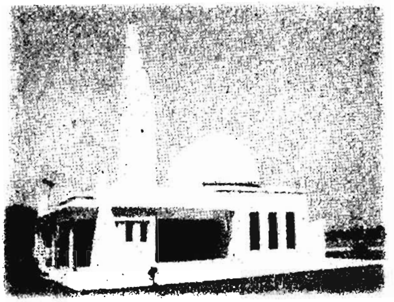

مَن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً (البقرہ)
تم میں کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے تا کہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کرے؟
اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان
تنظیمی وسعت اور مرکزی شعبہ جات میں اضافہ کے باعث
مرکز جمعیت کی از سر نو تعمیر کا فیصلہ کیا گیا ہے
عمارت 4 منزلہ
تخمینہ لاگت 6 کروڑ روپے
سنگ بنیاد جولائی 2012 انشاء اللہ
احباب جمعیت، ہمدردان جمعیت اور کارکنان جمعیت سے بھرپور تعاون کی اپیل کی جاتی ہے
برائے رابطہ
سید سمیع اللہ حسینی
معتمد عام اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان
+92-42-37566238،+92-42-37588488
+92-332-7673311، +92-333-3321210
اپنے پے آرڈرز، چیک، ڈرافٹ
بنام اسٹوڈنٹ ایجوکیشن ڈویلپمنٹ سوسائٹی
1-اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور ارسال کریں

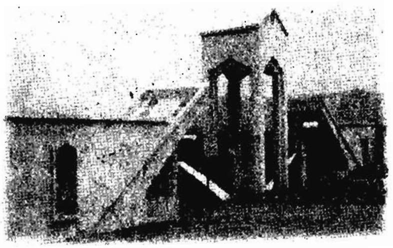

روح افزا اور کیا چاہیے!
ہر موسم کا مشروب
ہمدرد
Brandstirr
Brands of the year Award
SGS
SGS
Pakistan Standards

NOC-91/N-1/TP/TMA/FJ

موٹر وے سٹی

ایگزیکٹو بلاک (بکنگ جاری)





محل وقوع:

نیو اسلام آباد انٹرنیشنل ایئرپورٹ، جماعت اسلامی کے قرطبہ سٹی، ممتاز ڈیم جیسی خوبصورت تفریح گاہ اور مارگلہ دلکھیری مورت کی سرسبز و شاداب پہاڑیوں کے وسط میں تعمیر ملت ایجوکیشن کے ساتھ واقع ہے۔

ترقیاتی کام:

سوسائٹی میں مین گیٹ، مسجد اور تین خوبصورت جھیلیں مکمل ہو چکی ہیں۔ 200 کنال پر محیط خوبصورت پارک کی تعمیر جاری ہے اور ماڈل گھروں کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔ ایک غیر کی پلاننگ مکمل کرکے ممبران کو قبضہ دیے جا رہے ہیں۔

قطبال ٹاؤن

اسلام آباد

(بکنگ جاری)



محل وقوع: یہ اسلام آباد ہائی وے سے 800 گز کے فاصلے پر کنٹری ایسٹ میں پہلے سے موجود آباد رہائشی سکیموں کے جھرمٹ میں واقع ہے۔ اسلام آباد ہائی وے، ایئرپورٹ روڈ اور کہنہ پل سے قریب ہونے کی وجہ سے 24 گھنٹے ٹرانسپورٹ کی سہولت۔

ترقیاتی کام: یہاں تمام بنیادی سہولیات بجلی، پانی اور گیس وغیرہ پہلے سے موجود ہیں اس کے علاوہ یہ سکیم انڈر گراؤنڈ سیوریج اور باؤنڈری وال سے آراستہ ہے۔ یہاں بنیادی سہولیات کی دستیابی و ترقیاتی کام مکمل ہونے کی وجہ سے آپ فوری رہائش رکھ سکتے ہیں۔ گھروں کی تعمیر کا کام تیزی سے جاری ہے۔

ضرورت نمائندگان:

ملک بھر سے پلاٹوں کی بکنگ کے لیے نمائندوں / کمیشن ایجنٹس کی ضرورت ہے۔ پرکشش کمیشن پیکج دیا جائے گا۔

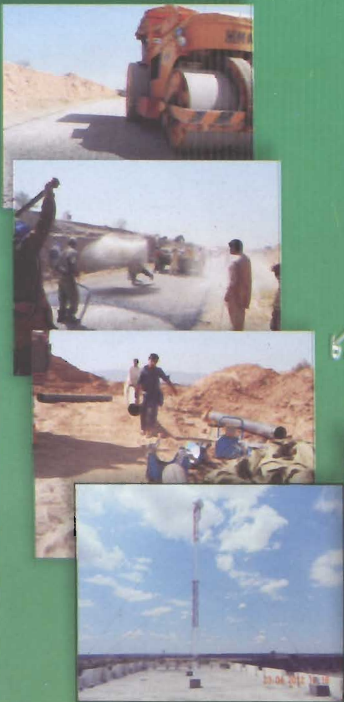
قاضی انٹرپرائزز 8 [illegible] U.A.N: 051-111-700-400, 051-5961923.5961682

Fax:051-5962230 Email: shaukat@isb.comsats.net.pk Web: www.qazigroup.com

مرزا محمد الیاس نے ارقم آفاق پرنٹرز، بلال گنج سے چھپوا کر اچھرہ، لاہور سے شائع کیا۔

قرطبہ سٹی

علم و امن کا شہر



فیز 1 میں سیوریج، واٹر سپلائی اور ٹیلی کمیونیکیشن سسٹم بچھانے کا
کام تیز رفتاری سے جاری۔



پلاٹ سائز	اقساط پر خریداری کی صورت میں قیمت	یکمشت ادائیگی کی صورت میں قیمت	ڈاؤن پیمنٹ	ماہانہ قسط (40 اقساط)
5 مرلہ	600,000	550,000	150,000	11,250
10 مرلہ	1,200,000	1,100,000	300,000	22,500
1 کنال	2,200,000	2,000,000	600,000	40,000



نوٹ: مارگلہ روڈ F-10/2 اسلام آباد میں قائم ہیڈ آفس قرطبہ سائٹ پر منتقل ہو چکا ہے۔ سائٹ پر ڈاک کے باقاعدہ نظام کی دستیابی تک خط و کتابت کے لئے سیلز دفاتر سے رابطہ کیجئے۔

قرطبہ : ہیڈ آفس R5 روڈ، بلاک K قرطبہ سٹی — فون: 051-4969001-4
اسلام آباد: آفس نمبر 4 خیبر پلازہ، بلیو ایریا اسلام آباد — فون: 051-2206380
لاہور : منصورہ ملتان روڈ لاہور — فون: 042-35435104

www.qurtabacity.com
info@qurtabacity.com

C.P.L. 322 *Monthly* AALMI TARJUMAN - UL - QURAN LAHORE. Ph: 3758 7916 Fax: 3753 5660